

نظام اسلام

ان دنوں سیاسی اکھاڑے میں جو شور و غوغا برپا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے مفادات کو سامنے رکھے ہوئے ایک لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔ اور پھر اس پر عوامی ہمدردیوں کا ملمع چڑھانے اور مقبول کرنے کے لیے اس خود ساختہ اور بے فائدہ و عبث نظام کو عوامی فلاح و بہبود اور داخلی و خارجی مسائل کا واحد ضامن باور کرایا جاتا ہے۔ اور اس اصل الاصول کو کہ جو حقیقتاً کامرانی و کامیابی کا منبع ہے اور جس کے نام پر اس مملکت کا وجود عمل میں لایا گیا تھا، یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ فی الحقیقت ملک و قوم کے خیر خواہ اور دین و مذہب پر عمل پیرا ہیں تو انھیں اپنی تمام تر کوششوں اور کاوشوں کو نفاذِ نظامِ اسلام کے لیے صرف کرنا ہوگا کہ اسی نظام نے جہلائے عرب کو ایک مہذب، معتدل اور متوازن قوم بنایا تھا۔ یہی وہ نظام ہے جس نے ان کے تمام داخلی و خارجی مسائل کو حل کر کے ایک مثالی معاشرے کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آج بھی یہ نظام اتنا ہی باصلاحیت ہے جتنا کہ سیکڑوں سال قبل تھا اور قیامت تک یہ ایسا ہی رہے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی طور پر ہم سچے مسلمان بنیں، اسلامی اقدار کی پاسداری کا مکمل لحاظ رکھیں اور پھر اجتماعی طور پر نظام اسلام کو ممکن العمل بنائیں کہ اس کے بغیر یہاں تبدیلی آنے کی نہیں۔

کام چھوٹا گناہ بڑا

۱۲۔ ذکر الہی کے بغیر بہت زیادہ باتیں کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ ، فإن کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ قسوة للقلب ، وإن أبعد الناس من اللہ القلب القاسی .)) (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۱۱)

”اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں نہ کیا کرو (کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور (روز قیامت) سخت دل شخص اللہ تعالیٰ سے بعید ترین (مقام پر) ہوگا۔“

۱۳۔ رشتہ داری کو توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یدخل الجنة قاطع رحم .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۸۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۵۶)

”رشتہ داری کو توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“

۱۴۔ ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ایما امرأة نکحت بغیر إذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل .))

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۰۲، أبوداؤد، رقم الحدیث: ۲۰۸۳)

”کوئی بھی عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔“

۱۵۔ وٹے سٹے پر نکاح کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نهی عن الشغار: أن یزوج الرجل ابنته علی أن یزوجہ الآخر ابنته لیس بینہما صدق)) (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۱۱۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۴۱۵)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار (وٹے سٹے) سے منع فرمایا۔ (شغار یہ ہے کہ) کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط کے ساتھ کرے کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کرے گا اور ان کے درمیان کچھ حق مہرنہ ہو۔“

(عبدالرحیم بلتستانی)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَا تُخْزُوا فِي الْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ كُنْتُمْ تُقْرَأُونَ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

یکم ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 24 فروری تا 01 مارچ 2012ء

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

شماره 08 جلد 64

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4611619

کمپوزنگ

- رضا اللہ شاہد

0344-4656461

جواہر پارے

نظام اسلام

کلمہ طیبہ

کام چھوٹا گناہ بڑا

اداریہ

سینے کے داغ

درس قرآن

تفسیر سورہ یس..... (۱۱)

درس حدیث

توفیق الباری

آثار حنیف بھوجیانی

جرعات..... (۷)

تحقیق و تنقید

جشن عید میلاد..... (۵) آخری

تحقیق و تصدیق

مسئلہ ایصال ثواب کا تحقیقی جائزہ..... (۴)

سیرت و سوانح

مولانا سلطان محمود محدث افغانی..... (۱)

تبصرہ کتب

سوئے منزل - سوہدرہ تاریخ کے آئینے میں

فہرست کتب

فہرست اردو کتب محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

شعر و ادب

جرم

(شورش کاشمیری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج ہراچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

فی پرچہ : 12/- روپے
سالانہ : 500/- روپے
بیرونی ممالک سے : 200/- ریال
60/- ڈالر امریکی

بلاک

پرنٹر: پرنٹ یا رڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

سینے کے داغ

ہوں ملک گیری کے اسیر ممالک کو ہم طاغوت سمجھتے، کہتے اور لکھتے ہیں، ان کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ جو پسماندہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہے یا اُن کی نظروں کو کھٹکنے لگتا ہے تو وہ وہاں ایک اشرافیہ..... یعنی عوام سے بالا..... طبقہ تشکیل دیتے ہیں جن میں اول درجہ میں حکمران، جاگیر دار اور پھر سیاست دان، بیوروکریٹس، نام نہاد علماء اور انسانی کمزوریوں سے مغلوب بعض دانشور شامل ہوتے ہیں جن کے وسائل آمدن وہ بڑھاتے، ان کے تعلقات پھیلاتے، ان کو اقتدار کی راہداریوں میں گھماتے، چکاچوند روشن مستقبل دکھاتے اور آسائشوں سے اس قدر بہلاتے بلکہ عادی بنادیتے ہیں جس سے وہ خود کو عوام سے بالا جانے لگتے ہیں اور ان کی یہی ”خوبیاں“ ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ جس سے طاغوت کو بنیادی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بہت تھوڑی قیمت پر اُن کو خریدنا طاغوت کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اُن کی اکثریت تن آسانیوں اور خواہشاتِ نفس کے بھنور میں اس بری طرح پھنس جاتی ہے کہ طاغوت انہیں جس طرح، جس قدر اور جہاں چاہے استعمال کر لیتا ہے۔ کسی کی نشاندہی یا کسی کا نام لینے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ہر طبقہ اور شعبے میں ان کو احباب بصیرت پرکھ کر ان کی جبلت جانچ لیتے ہیں۔ اور یہی وہ حالات ہوتے ہیں کہ اشرافیہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارے طاغوت ہی کے دست قدرت میں ہوتا ہے۔ زر خریدوں میں سے جو اس کے مطلوبات پورے کرتا اور اس کے معیار پر اترتا ہے وہی ان سے فیض اٹھاتا اور اس کا نصیبہ جاگ اٹھتا ہے۔ آباء و اجداد کی قبریں روند کر اور کوچر قریب میں سر کے بل جا کر شمالی صوبے کا خیر پختونخوا نام منظور کرانے والوں کے بارے میں ہم کیا رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انہوں نے دشمن کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کس نیاز مندی سے کر دی ہے، تاریخ ان کے بارے میں جو رائے قائم کر چکی، وہی معتبر ہوگی جو تاریخ میں ثبت ہو چکی ہے۔ بلوچستان کے بارے میں ہمارے حکمران زبانی جمع خرچ تو کرتے رہتے ہیں لیکن حکم ران طاغوت کی دسیسہ کاریوں کو نظر انداز کرنے کی جس غفلت، بے حسی، بلکہ بلوچستان سے زیادتی کے مرتکب ہو رہے ہیں، اس سے پاکستان کے لئے درد دل رکھنے والے غایت درجہ متفکر ہو رہے ہیں۔

کہا یہ جاتا ہے کہ بلوچستان معدنیات کی دولت سے اس قدر مالا مال ہے کہ عام پاکستانی کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ وہاں کے پہاڑوں میں معدنیات کے ذخائر بایں صورت ہیں جس طرح بند بوتل کو الٹا دیں تو صرف ڈھکنا کھلنے کی دیر ہوتی ہے۔ اس کے لیے ہم ماضی قریب و بعید میں اگر جھانکیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بلوچستان کے مسائل گھمبیر ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ وہاں کا قبائلی نظام ہے قبائلی اپنے اشرافیہ جنہیں سردار کہا جاتا ہے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں کیوں کہ اللہ کی آزاد مخلوق اپنے عوام کے گلے سے وہ جاگیر داری، کہہ لیں، طوق غلامی اترنے نہیں دیتے۔ یہ طوق یا تعلیم اتار سکتی ہے جس کو عملاً کوئی وڈیرا برداشت نہیں کرتا اور اس نفسانی بلکہ شیطانی خواہش کے لیے ہروڈیرا ایمان شکنی، وطن دشمنی اور نفس پرستی کی کسی حد تک بھی جاسکتا ہے، یا پھر معاش یعنی، مزدوری اور تجارت کے ذریعہ، روزگار میسر ہونے سے یہ طوق اتر سکتا ہے۔

اگرچہ نصف صدی قبل کی نسبت بلوچستان میں قدرے تعلیم بہتر محسوس ہوتی ہے لیکن یہ اعلیٰ تعلیم ہے یعنی کالج اور یونیورسٹی سطح کی۔ اصل تعلیم چھوٹی چھوٹی آبادیوں، چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں دینی (تعلیم قرآن کریم اور نماز وغیرہ کی) تعلیم، کے ساتھ ساتھ پرائمری اور میٹرک کی تعلیم..... جہاں انسان کے ذہن میں اعلیٰ تعلیم کا شوق بڑھتا اور جذبہ زہد و قناعت لگتا ہے..... کی ضرورت ہے۔ ان چھوٹی تعلیم گاہوں کو چونکہ مقامی و علاقائی سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے جو بہر صورت کسی نہ کسی وڈیرے ہی کی رہن منت ہوتی ہے اور وڈیریوں کی قبائلی سیاست اور منفی پالیسیاں ہمیشہ اس کے اڑے آتی ہیں۔ علم پھیلانے کی دعویدار دنیا بھر کی این۔ جی۔ او کو نہ جانے پاکستان کے دور دراز اور کونوں کھدروں کی آبادیاں تعلیم کے لیے کیوں نظر نہیں آتیں۔

اسی طرح میاں نواز شریف کے دور حکومت میں انڈس وے..... پشاور تا کراچی براستہ بلوچستان..... کی تعمیر کا اخبارات میں ذکر آتا رہا جس کا گزر بلوچستان سے ہوتا تھا اس منصوبے میں ہمارے خیال کے مطابق میاں صاحب کی نیت سراپا خیر تھی اس منصوبے سے ان کے دل میں بلوچ بھائیوں کے روزگار کی خواہش تھی جس کے لیے اس کے گرد ملوں، فیکٹریوں اور کارخانوں کی تعمیر کا ذکر بھی آتا رہا۔ وہ منصوبہ نہ جانے وڈیوں کی سرداریوں میں دراڑ کے ڈر سے پس پشت ڈال دیا گیا یا عالمی طاغوت کا اثر دھا اس کو نگل گیا۔ مرحوم جنرل ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالتے ہی بلوچ قبائلیوں کو پہاڑوں سے نیچے اتار کر ان کی دلہی و دلہاری کا ایک اہم قدم اٹھایا تھا اس کے بعد ہمارے خیال میں میاں نواز شریف کا منصوبہ بلوچ بھائیوں کے لیے نہایت مفید تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

عالمی طاقتوں کے علاوہ حکومت بلوچستان میں قدرت کے عطا کردہ معدنی ذخائر یعنی تانبے اور سونے کے ذخائر سے بھی یقیناً باخبر ہوگی لیکن نامشرف دور حکومت میں جب راز ہائے دروں کا اظہار ہونے لگا اور اخبارات میں اس کی تفصیلات آنے لگیں تو پھر اچانک وہ ذکر مری غائب ہو گیا وہ تو اللہ بھلا کرے عدالت عظمیٰ کا کہ اس نے عرصہ خاموشی میں ان ذخائر کے منظور کردہ ٹھیکوں کا جب از خود نوٹس لیا اور ان ٹھیکدار کمپنیوں کے گرد قانون کا شکنجہ کسا تو پھر حیران کن انکشافات ہونے لگے تو قوم نے جانا کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اخبارات سے اب یہ علم ہوا کہ ٹھیکدار کمپنیاں سرزمین پاکستان کا مقدمہ عالمی عدالت لے جا کر پاکستانی عدلیہ کی صریحاً توہین کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ بد عنوان طبقات ملی بھگت سے اس طرح کی خبریں میڈیا سے دور رکھنے کی کوشش میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہی ہوں گے تبھی تو اس طرح کی پردہ داری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بلوچستان میں موجود کوئلہ کے ذخائر سے توانائی کا بحران دور کرنے کی پاکستانی سائنسدانوں کی پیشکش کا ذکر بھی کچھ عرصہ تو اخبارات میں مسلسل آتا رہا، اب پھر یہ ذکر کم کم ہوتا تقریباً ختم ہی ہو چکا ہے لیکن حکومت کی جانب سے کوئی مثبت خبر کم از کم ہمارے علم میں نہیں۔ یہ افسردہ کردینے والی تفصیلات نوک قلم پر اس لئے رواں ہو گئیں کہ چند ہی دن پہلے امریکی کانگریس نے اپنے اجلاس میں بلوچستان کو زیر بحث لا کر بلوچستان کے نام نہاد آزادی کے بے لگام سرغنوں کی حمایت سے پاکستان میں صریحاً مداخلت کر کے اس نے اپنے مستقبل کے ارادوں کا اظہار برسوں کا خوابیدہ جہش باطن نمایاں اور اس نے دوست نمادشمن ہونا ثابت کر دیا ہے۔

○ ایک زمانہ ہوا وطن عزیز میں اس بات کی بہت گردش رہی کہ حکومت پاکستان نے کسی بیرونی حکومت سے ایک معینہ مدت تک بلوچستان سے تیل نہ نکالنے کا معاہدہ کیا تھا غالباً ایک عرصہ ہوا جس کی مدت بھی شاید گزر چکی ہے لیکن ابھی تک اس کے بعد بھی اب تک کسی چیز کا ظہور نہیں ہو سکا۔

○ موجودہ حکومت نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے کچھ عرصہ قبل آغاز حقوق بلوچستان کا اعلان کیا تھا لیکن افسوس کہ قوم نہ بلوچ بھائیوں کے حقوق کا آغاز جان سکی اور نہ ہی اختتام کا۔ اب حکومت اے۔ پی۔ سی بلا کر تلافی مافات کی کوشش کرنے لگی ہے اللہ کرے کہ اس کے نتائج مثبت برآمد ہو۔

○ دوسری طرف دفاع پاکستان کونسل نے بلوچ بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے لیے اسی ہفتے بلوچستان جانے کا اعلان کیا ہے جسے تمام پاکستانیوں کی طرف سے فرض کفایہ کہا جاسکتا ہے اس سے قبل میاں محمد نواز شریف نے بھی جا کر اپنے بلوچ بھائیوں سے اظہار یکجہتی کر کے خیر سگالی کا پیغام دیا تھا میاں شہباز شریف کا جذبہ ہمدردی ان سے بھی سوا ہے اسی طرح جناب سید منور حسن اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رہنما بھی بلوچستان سے ہمدردی کا اظہار کر چکے ہیں بلوچستان کے بارے میں عدلیہ کے فیصلے بھی ریکارڈ پر ہیں ہمارے خیال میں حکومت اگر اکبر گپٹی کے قتل کو انصاف مہیا کرے بلوچستان میں ٹارگٹ کلنگ کو قابو کرے بلوچی نوجوانوں کے لیے روزگار مہیا کرے اور بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت روکنے کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لائے تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ بلوچستان کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے لیکن کیا کہا جائے کہ۔

دل کے پھپھو لے جل اٹھے سینے کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تفسیر سورہ تیس

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

[تیس: ۷]

”بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“

پہلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ قرآن حکیم کا نازل کیا جانا اور آپ ﷺ کو رسول بنایا جانا اس لیے ہے کہ آپ ﷺ انھیں اللہ کی نافرمانی اور اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اب اس آیت میں ایک طرف تو آپ ﷺ کی تسلی و تشفی کا پہلو ہے اور دوسری طرف ایک حقیقت واقعی کا اعلان ہے۔

تسلی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذمہ داری ”انذار“ یعنی ڈرانا ہے، وہ آپ ﷺ پوری طرح نبھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذمہ داری ہدایت دینا نہیں بلکہ راہ ہدایت کی دعوت دینا ہے اور یہ فریضہ آپ ﷺ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں کہ یہ دعوت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ دراصل ان کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ ادا کرتے رہیں اور یہ توقع نہ رکھیں کہ یہ ہدایت قبول کر لیں گے۔

دوسری بات جو فرمائی وہ یہ کہ درحقیقت ان پر ”بات ثابت ہو چکی“ ہے۔ انھیں راہ راست پر لانے کے لیے اللہ نے اپنی کتاب نازل کی، محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جنھوں نے پورے دلائل سے حق واضح کر دیا، عقلی و فطری اور آفاقی و انفسی دلائل سے توحید اور ایمان بالآخرت کی دعوت دی۔ مگر ان کی ضد اور ان کے عناد سے ان کے تہمت میں اضافہ ہی ہوا، نبی کی دعوت پر کان نہ دھرے بلکہ اس کے سننے میں ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے رہے، اور نہ ہی غور و فکر سے کام

لیا اور نہ اللہ کی توحید کے آفاقی و انفسی دلائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کی راہ کو اختیار کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ، جو علام الغیوب ہے، ان کے اس طرز عمل سے ان کی پیدائش سے بھی پہلے سے واقف ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا، اس لیے بعض کے بارے ”قول حق“ صادر فرما دیا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور شیطان کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں گے، چنانچہ ابلیس نے جب کہا تھا کہ میں پوری ذریت آدم کو گمراہ کروں گا اور ان کی اکثریت شکر گزار نہیں ہوگی تو اس کے جواب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ۝ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ

وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ۝﴾ [ص: ۸۴، ۸۵]

”فرمایا: پھر حق یہ ہے، اور میں حق ہی کہتا ہوں، کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھردوں گا جو تیری پیروی کریں گے۔“

اسی ”قول حق“ کا بیان ایک اور مقام پر یوں ہے:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ

مِنِّي لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝﴾

[السجدة: ۱۳]

”اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات سچی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔“

اس ”قول حق“ کو بعض مقامات پر ”کلمۃ“ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۚ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَنَبَّأَ كَلِمَةَ رَبِّكَ لَا مَلْسَنَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝﴾ [هود: ۱۱۸، ۱۱۹]

”اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر جس پر تیرا رب رحم کرے، اور اس نے انہیں اسی لیے پیدا کیا، اور تیرے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھر دوں گا۔“

﴿علی اکثرہم﴾ ان کے اکثر پر قول حق ثابت ہو چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ جہنم میں جائیں گے۔ اللہم لا تجعلنا منهم۔

اسی حقیقت کا بیان ایک جگہ یوں ہے:

﴿إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

[ہود: ۱۷]

”یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔“

یہی بات سورۃ الرعد (آیت: ۱) اور سورۃ غافر (آیت: ۵۹) میں بھی بیان ہوئی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَكْثَرَ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾

[یوسف: ۱۰۳]

”اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

دنیا کی اکثریت چونکہ گمراہی میں مبتلا ہے اور وحی الہی کی پیروی کی بجائے اپنے عقل فہم پر یا آباء و اجداد کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے، اس لیے آپ ﷺ سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّتَبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾

[الأنعام: ۱۱۶]

”اور اگر تو ان لوگوں کے اکثر کا کہا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انکل لگاتے ہیں۔“

وحی الہی کے علاوہ جو بھی عقلی گھوڑے ہیں یا فکر و فلسفے کی بوقلمونیاں ہیں وہ سب ظن و گمان اور انکل بچو ہیں۔ انسانوں کی اکثریت اسی پر سرھٹتی ہے تو گمراہی میں مبتلا ہے۔ بسا اوقات اکثریت کو دیکھ کر انسان متاثر ہو جاتا ہے اسی سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار فرمایا ہے کہ محض اکثریت کوئی دلیل نہیں، دلیل وحی الہی ہے، اسی کی پیروی کیجیے۔

قرآن حکیم میں جو اکثر انسانوں کا انجام جہنم بتلایا ہے اس کی کچھ تفصیل احادیث مبارکہ میں پائی جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اپنی ذریت میں سے ایک جتھا دوزخ کا نکالو۔ وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے (گویا ہزار میں ایک جہتی)۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بڑی سخت گزری، ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے تو آنحضرت ﷺ نے (ان کی تسلی کے لیے) فرمایا: ”اگر یا جوج ماجوج کی نسل تم سے ملائی جائے تو نو سو ننانوے کے مقابلے میں تم میں سے ایک آدمی پڑے گا، پھر تم (حشر کے دن) دوسرے لوگوں کی نسبت (جو دوزخی ہوں گے) ایسے ہو گے جیسے سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال ہوتا ہے یا جیسے سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی ہو گے۔“ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، تم تہائی حصہ ہو گے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر تکبیر کہی، پھر فرمایا: ”نہیں آدھا، حصہ ہو گے۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر تکبیر کہی۔

یہی روایت معمولی اختلاف سے حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

بیان ہوئی ہے۔

یہاں یہ بات بھی پیش نگاہ رہنی چاہیے کہ کفار مکہ یہ تو مانتے تھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارا خالق و رازق ہے اور موت و حیات اسی کے قبضے میں ہے۔ لیکن قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے تو اس کے کیا معنی ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ کا رسول جیسے اللہ کی معرفت اور صرف اسی کی عبادت کی دعوت دیتا ہے اسے بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ان کے لیے یہ بات گوارا ہی نہ تھی کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے، وہی سب کا معبود ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ قیامت پر ایمان کی دعوت دیتے تھے تو وہ اس پر بھی تعجب کرتے تھے۔ گویا ایمان کی نفی سے مراد رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے جو نہ صرف یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت سے انکار ہے بلکہ قیامت کا انکار بھی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو مان لینا ایمان نہیں ہے۔



(صحیح بخاری، أرقام الحديث: ۶۵۲۸-۶۵۳۰)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی رحمت کی بنیاد پر آدھے اہل جنت میں سے اپنی امت کے افراد کا ذکر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امید سے بڑھ کر آپ ﷺ نواز جس کا اشارہ ﴿وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ [الضحیٰ: ۵] ”اور عن قریب آپ کا رب آپ کو اتنا نوازے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔“ میں ہے۔ اور مند احمد اور ترمذی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔

(فتح الباری: ۱۱۱ / ۴۷۱)

جس سے ان الفاظ کی تائید ہوتی ہے کہ جنت میں میری امت کا تہائی حصہ ہوگا۔ اللھم أدخلنا الجنة الفردوس .
﴿فھم لا یؤمنون﴾ سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان سے محرومی کا نتیجہ جہنم ہے جس کی وضاحت اوپر ”قول حق“ کی تفصیل میں

حضرت حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کے لیے دعائے صحت کی خصوصی درخواست

گزشتہ ہفتے استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والفقیر حضرت مولانا حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ پر فاجح کا شدید حملہ ہوا اور وہ ان دنوں شدید علیل ہیں۔ شیخ زید ہسپتال لاہور میں خصوصی نگہداشت وارڈ میں زیر علاج ہیں۔ ان کے تلامذہ اور احباب جماعت حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اللھم اشفہ شفاء كاملا عاجلا . (ادارہ الاعتصام)



شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کو صدمہ

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان المدنی رحمہ اللہ کی ہمیشہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پاگئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بڑی نیک طینت خاتون تھیں۔ ایک عرصے سے علیل تھیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی خصوصی درخواست ہے۔
اللھم اغفر لھا وارحمھا . (ادارہ الاعتصام)

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: مجالس الصدقات

اپنے گھروں کے سامنے کھلی جگہ پر بیٹھنا

۱۱۸۲. عن أبي هريرة، أن النبي ﷺ نهى عن المجالس بالصدقات فقالوا: يا رسول الله! ليشق علينا الجلوس في بيوتنا قال: ((فإن جلستم فأعطوا المجالس حقها)) قالوا: وما حقها يا رسول الله؟ قال: ((إدلال السائل، ورد السلام، وغض الأبصار، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر.))

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گھر کے سامنے کھلی جگہ پر مجلس لگانے سے منع کیا۔ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! گھروں میں بیٹھنے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے (کیونکہ گھر چھوٹے ہیں بعض مرتبہ مہمان کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے، اگر تم نے بیٹھنا ہی ہے تو اس کا حق ادا کرو۔“ صحابہ نے عرض کیا: اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسافر کو راستہ بتانا، سلام کا جواب دینا، نظروں کو نیچا رکھنا، نیکی کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔“

۱۱۸۳. عن أبي سعيد الخدري، أن النبي ﷺ قال: ((إياكم والجلوس في الطرقات)) قالوا: يا رسول الله! ما لنا بد من مجالسنا نتحدث فيها، فقال رسول الله ﷺ: ((أما إذا

أبستم فأعطوا الطريق حقه)) قالوا: وما حق الطريق يا رسول الله؟ قال: ((غض البصر، وكف الأذى، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر.))

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔“ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان جگہوں کے علاوہ ہماری مجلسوں کے لیے کوئی جگہ نہیں جس میں ہم باتیں کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم اصرار کرتے ہو تو اس کا حق ادا کرو۔“ صحابہ نے عرض کیا: اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نظر کو نیچا رکھنا، کسی کو تکلیف دینے سے اپنے ہاتھ کو روکنا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔“

باب: من أدلى رجله إلى البئر إذا جلس وكشف عن الساقين كنوى من اس طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھنا کہ پنڈلیاں نکلی ہو جائیں

۱۱۸۴. عن أبي موسى الأشعري قال: خرج النبي ﷺ يوما إلى حائط من حوائط المدينة لحاجته وخرجت في إثره، فلما دخل الحائط جلست على بابہ وقلت: لأكونن اليوم بواب النبي ﷺ ولم يأمرني، فذهب النبي فقضى حاجته وجلس على قف البئر وكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر فجاء أبو بكر رضي الله عنه ليستأذن عليه ليدخل فقلت: كما أنت

حتى أستأذن لك، فوقف، وجئت النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله! أبو بكر يستأذن عليك؟ فقال: ((اذن له، وبشره بالجنة))، فدخل فجاء عن يمين النبي ﷺ، فكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر، فجاء عمر فقلت: كما أنت حتى أستأذن لك، فقال النبي ﷺ: ((اذن له وبشره بالجنة))، فجاء عمر عن يسار النبي ﷺ، فكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر، فامتأ القف فلم يكن فيه مجلس، ثم جاء عثمان فقلت: كما أنت حتى أستأذن لك، فقال النبي ﷺ: ((اذن له وبشره بالجنة معها بلاء يصيبه))، فدخل فلم يجد معهم مجلسا فتحول حتى جاء مقابلهم، على شفة البئر، فكشف عن ساقيه ثم دلاهما في البئر، فجعلت أتمنى أن يأتي أخ لي وأدعو الله أن يأتي به فلم يأت حتى قاموا. قال ابن المسيب: فأولت ذلك قبورهم: اجتمعت ههنا وانفرد عثمان.

”ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ کے احاطوں میں سے ایک احاطے کی طرف حاجت کے لیے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے گیا۔ جب آپ ﷺ احاطہ میں داخل ہو گئے تو میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا آج میں رسول اللہ ﷺ کی درباری کروں گا، حالانکہ آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اندر گئے، رفع حاجت کی اور اس کے بعد کنوئیں کی منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا: ذرا

ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت لے لوں، وہ ٹھہر گئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آنے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں طرف پنڈلی سے کپڑا کھول کر کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے کہا: ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت طلب کر لوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان کو اندر آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف اسی طرح پنڈلی کھول کر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ کنوئیں کی منڈیر کی ساری جگہ بھر گئی اب بیٹھنے کی اور جگہ باقی نہ رہی۔ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے اجازت چاہی۔ میں نے ان سے بھی کہا: ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت لے لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان کو اندر آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو اور یہ بھی بتا دو کہ ان کو ایک تکلیف پہنچے گی۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو ان حضرات کے ساتھ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ پائی تو ان کے سامنے کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور پنڈلی کھول کر کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں یہ خواہش کرنے لگا کہ میرا بھائی آجائے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا اللہ اسے لے آئے لیکن وہ نہیں آیا یہاں تک وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن مسیب بیان کرتے ہیں میں نے اس واقعہ کی یہ تاویل کی کہ ان کی قبریں اکٹھی ایک جگہ ہوں گی اور حضرت عثمان الگ دوسری جگہ پر دفن ہوں گے۔“

فائدہ: مترجم کے خیال میں بھی یہی تاویل آئی تھی قبل اطلاع کے تاویل ابن المسيب پر وحبد الوفاق ونعم الاتفاق ولله الحمد.

جبرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

ماہنامہ حقیق کے اجرا کا مقصد فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی بھی تھا اور ثقافت کے نام پر ثقافتی دسیسہ کاریوں کی پردہ کشائی بھی۔ منکرین حدیث نے حدیث پاک میں تشکیک کے لیے مستشرقین سے دلائل در آمد کر کے ان کو پھیلا دیا اور فرائض تک میں شک کا کھارا ڈال کر عبادات کی شیرینی کو کسلا کرنے کی مذموم کوششیں یوں شروع کر دیں کہ ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۲ء میں بعض تجدید زدہ من چلوں نے نماز عید الفطر اردو میں ادا کی تھی، اور دوسری طرف قیام پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کے جذلوں سے معمور پاکستانی قوم کو جن شیطانی حربوں سے بہلانے کی کوشش کی گئی ان میں موسیقی زیادہ نمایاں تھی جس کو من چلوں نے روح کی غذا کا عنوان دے کر جواز کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی تھی کہ موسیقی سے بہلنے والوں کا بہکنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ انہی حالات میں مولانا رحمہ اللہ نے ذیل کا ادارہ سپرد قلم کیا جس کا پہلا حصہ نور ایمان اور حقانیت مسلک محدثین سے منور ہے اور آخر میں فتنہ انکار حدیث اور تجدید سے بھرپور ثقافت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (احمد شاکر)

(۸)

دنیا کی ساری قوموں میں مسلمان قوم کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ جس مذہب اسلام کی یہ حامل ہے

○ اس کی بنیادی کتاب قرآن حکیم کا لفظ لفظ ڈیڑھ ہزار سال سے اب تک محفوظ ہے۔

○ اس کے نبی کریم سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کی سیرت طیبہ پوری کی پوری محفوظ ہے اور اسی کا دوسرا نام حدیث ہے.....!

○ اس پاک نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زیادہ ایسے محنتی، ذہین اور جان نثار صحابہ عنایت فرمائے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ اس کتاب اور اس کے لانے والے نبی کی سیرت کو محفوظ کرنے میں اپنی جانیں کھپا دیں بلکہ اسلام کو..... خلافت علی منہاج النبوه کے ذریعے..... عبادات، اخلاقیات، معاشیات، سیاست، معاشرت سب امور میں عملاً برپا کر کے دکھا دیا۔ اور تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اس سے بہتر دور انسانیت کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

○ اس پاک باز جماعت نے کتاب الہی کی ضروری تشریحات.....

لغت کے اعتبار سے ہوں یا شریعت کی مخصوص اصطلاحات اور پس منظر (شان نزول) کے اعتبار سے..... بھی بیان کر دیں، تاکہ آنے والی تسلیں قرآن فہمی میں غلطیوں سے بچ سکیں۔

○ انسان اور اس کے خالق و مالک، انسان اور انسان کے تعلقات سے متعلقہ بنیادی مسائل، اصول و تورات کے ذریعے، امت مسلمہ میں اتفاقی رنگ میں تگوبنی طور پر باقی رکھے گئے۔ یہ مسائل اعتقادی بھی ہیں اور عملی بھی، اخلاقی بھی ہیں اور سیاسی بھی، معاشی بھی ہیں اور معاشرتی بھی.....!

اختلاف اگر ہے تو جزئیات اور ذیلی تفریعات میں ہے، جس کا ہونا ہر زمان و مکان میں رہنے والے مذہب کے لیے ناگزیر ہے۔

ہر دور میں ایسی جماعت موجود رہی جس نے ان خصوصیات کے حامل مذہب کو ہر قسم کے نامساعد حالات میں ہر قیمت پر سینے سے لگائے رکھا، تاکہ بعد میں آنے والوں تک وہ اصل صورت و ہیئت میں پہنچ سکے۔ اور یہ مقدس جماعت ہے مفسرین سلف، محدثین عظام، فقہائے محدثین، محققین فقہائے مذاہب اربعہ، محققین صوفیاء کرام کی،

شکر اللہ مساعیہم و جزاھم عن جمیع المسلمین

خیر الجزاء .

انہی علماء حضرات کی وساطت سے وہ مذہب ہم تک پہنچا جس پر آج ہم فخر کرتے ہیں اور اس کے امتیازات کے باعث ہمارا سرائیچ ہے۔ ولله الحمد

ہمارے دور کے منکرین حدیث کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے۔ اسی لیے حدیث کے انکار کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر سے اعراض ہے۔ اسی لیے مفسرین سلف کا استخفاف ہے۔ اسی لیے صحیح تصوف..... جس کا مسنون نام ”احسان“ ہے..... کے خلاف ہرزہ سرائی ہے۔ اسی لیے فقہ اسلامی کو قدامت کا طعنہ دے کر کلیۃً دریا برد کرنے کے مشئوم ارادے ہیں۔ اسی لیے دور حاضر سے ہر طرح کی مطابقت کرنے کا شور ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام سے لے کر آج تک کے اسلامی طریق معاشرت پر مؤلاً ازم قسم کے الفاظ سے پھبتیاں کسی جا رہی ہیں۔ اور اسی لیے قرآن و سنت کے منصوصہ اور مسلمانوں کے چودہ سو سال کے متفقہ اور اجماعی مسائل کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کو ”ریسرچ“ اور ”اجتہاد جدید“ کی درانتی سے کاٹ پھینکا جائے۔

یہ کلمہ شریف میں رسالت محمدی کی شہادت، یہ نماز اور اس کے اوقات، یہ رمضان المبارک کے روزے، یہ زکوٰۃ کا نصاب، یہ حج بیت اللہ شریف، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت قربانی، یہ حدود و تعزیرات اسلامی، یہ پوتے کی وراثت، یہ درود شریف کا انکار وغیرہ مسائل منصوصہ و اجماعیہ کے خلاف جو مخصوص انداز کا لٹریچر ادارہ طلوع اسلام کراچی اور ادارہ ثقافت لاہور کی طرف سے پھیلا یا جا رہا ہے اور ان کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش جاری ہے۔ اس کی غرض اس کے سوا کیا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو ان کے ماضی سے منقطع کر دیا جائے تاکہ وہ موجودہ فاسق تمدن، بے دین سیاست اور بے قید معاشرت کو آسانی سے قبول کر سکیں۔

۱۳۷۶ھ کی نماز عید الفطر لاہور کے بعض منچلوں نے اردو میں پڑھ ڈالی تو بجا طور پر مسلمانوں میں ہيجان پیدا ہوا مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس خبر کا مبتدا وہ شگوفہ ہے جو ادارہ ثقافت لاہور کے آرگن رسالہ ”ثقافت“ نے غالباً فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ایک مضمون کی شکل میں چھوڑا تھا۔ جس میں مغالطہ آمیز طریقے سے اردو میں نماز پڑھنے کی تلقین تھی۔ گو اس کو عمداً کچھ پیچیدہ بنا دیا گیا تھا۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرَفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾

[الأنعام: ۱۱۲]

بچھلی سہ ماہی میں ہمارے ملک کی ثقافتی ترقی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ ناچ گانوں کو خاص فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ملتان میں شاندار طریقے سے اس کا مظاہرہ کیا گیا، مسٹر سہروردی نے بہ نفس ملک سے باہر رقص فرمایا۔ اور اندرون ملک اس کی تشہیر و تبلیغ کی گئی۔ اب مری میں بھی صدر مملکت کی سرپرستی میں اس ”اسلامی ثقافت“ کا شوق کیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ عام مسلمان اس کو بآسانی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے، اس لیے ان رنگیلے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ ادارہ ثقافت لاہور کے ایک ”سید زادے“ نے ”اسلام اور موسیقی“ نام کی ایک ضخیم کتاب ان رنگ رلیاں منانے والوں اور دل دادگان عیش و عشرت کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست
اور کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روٹہ جمع کر کے اس پر اسلام کی چھاپ لگا دی ہے۔

﴿وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ﴾

[الأنعام: ۱۱۳]

جشن عید میلاد..... کتاب وسنت کی روشنی میں

مفتی عبید اللہ خان عقیف رحمۃ اللہ علیہ

بدعت کی تقسیم کا بہانہ:

جب اس بدعت کے رسیا لوگوں پر قرآن وحدیث اور تاریخی حوالہ جات سے عید میلاد کو بدعت ثابت کیا جاتا ہے اور ان پر حجت قائم کی جاتی ہے تو پھر وہ بدعت کی تقسیم کا سہارا لے کر عید میلاد کو بدعت حسنہ قرار دیتے ہیں۔ (بدعتیوں کے اس اعتراف سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مروّجہ بدعت کا وجود نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں نہ تھا) جبکہ ہر بدعت سیئہ اور مذمومہ ہے۔ جن علماء نے بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کیا ہے انھوں نے بدعت سے مراد اس کا لغوی معنی لیا ہے، اور جنھوں نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے انھوں نے شرعی معنی مراد لیا ہے۔

امام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ہر بدعت مذمومہ ہے کیونکہ جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ عام ہیں اور ان کی کوئی تخصیص نہیں۔ سلف صالحین رضی اللہ عنہم، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم اور اس کے بعد ائمہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے، ان سے تخصیص و تقسیم ثابت نہیں۔ بعض علماء سے جو تخصیص کا لفظ آیا ہے ان کے نزدیک بھی حقیقت میں اس مفہوم کی تقسیم نہیں جس کو سلف صالحین بدعت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں اور جس امر کو ان علماء نے بدعت حسنہ کہا ہے وہ دراصل محقق مذہب میں بدعت نہیں اور جس امر کو بدعت سیئہ یا بدعت ضلالہ کہا ہے وہی حقیقت میں بدعت کا شرعی مصداق ہے۔

فتح الباری میں ہے:

”البدعة في الشرع مذمومة بخلاف اللغة.“

”شریعت میں جسے بدعت کہا جاتا ہے وہ مذموم ہے جبکہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہر بدعت مذموم نہیں۔“

(الإصلاح، ص: ۶۰ حصہ دوم)

علماء کے اقوال:

۱: امیر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ليس في البدعة ما يمدح بل كل بدعة ضلالة.“ (سبل السلام: ۱۲/۱۱)

”کوئی بھی بدعت قابل مدح نہیں بلکہ ہر بدعت گمراہی وضلالہ ہے۔“

۲: شیخ علی محفوظ اپنی کتاب میں ملا احمد رومی حنفی کا قول ان کی کتاب مجالس الابرار کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

”فمن أحدث شيئاً يتقرب به إلى الله تعالى من قول أو فعل فقد شرع من الدين ما لم يأذن به الله فعلم أن كل بدعة من العبادات الدينية لا تكون إلا سيئة.“

(الإبداع في مضار الابتداع، ص: ۳۰)

”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کے لیے دین میں کوئی نئی بات یا کام جاری کر دیا گویا کہ اس نے دین میں وہ چیز داخل کر دی جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی، یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ہر بدعت جس کا تعلق دینی عبادات سے ہو، سیئہ ہے۔“

جواب سوال نمبر ۷:

حسب سابق یہ قیام بھی نامشروع بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ یہ

تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔“

حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے لیے قیام کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوصف یہ کہ ان کو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی آپ ﷺ کی تشریف آوری پر قیام نہ کرتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ جس تعظیم کو رسول اللہ ﷺ پسند نہ رکھتے ہوں اور کمال محبت کے باوصف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی ایسی تعظیم نہیں بجالاتے تھے جبکہ نفس بہ نفیس آپ ﷺ زندہ موجود بھی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر بھی آتے تھے تو پھر آج جبکہ آپ ﷺ زندہ موجود نہیں ہیں تو یہ قیام کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ فاعتبروا ولا تكونوا من المبتدعین۔

۱۔ حنفی اکابر کا فتویٰ:

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادی نے اس قیام کو بدعت بلکہ شرک قرار دیا ہے جیسا کہ سوال نمبر (۶) کے جواب میں گزر چکا ہے۔

۲۔ قاضی نصیر الدین گجراتی کا فتویٰ:

آپ ”طریقتہ السلف“ میں اس بدعت کا نوٹس لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وقد أحدث بعض الجهال المشائخ أموراً كثيرة لا نجد لها أثراً ولا رسماً في كتاب ولا سنة منها القيام عند ذكر ولادة سيد الأنام عليه التحية والسلام.“

(طريقة السلف بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۱۸)

”بعض جاہل مشائخ نے بہت سی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں جن کی کوئی دلیل یا نشان نہ ہم کتاب میں پاتے ہیں اور نہ سنت میں اور ان میں سے ایک بدعت سید الامام علیہ التحیۃ والسلام کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا ہے۔“

ایسا کام ہے جو حضرات مہاجرین و انصار سمیت تمام اکابر و اصاغر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہرگز ثابت نہیں۔ باوجودیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ (فداہ اُبی و اُمی و اولادی و جمیع ما عندی) سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ محبت تھی۔ مگر بایں ہمہ کسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ورود مسعود اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کھڑا ہو جانا ثابت نہیں، چنانچہ آپ ﷺ کے خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ تصریح فرماتے ہیں:

”لم یکن شخص أحب إليهم من رسول الله ﷺ وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك.“ هذا حديث حسن غريب.

(سنن ترمذی: ۱۱۸/۲)

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور محبوب نہ تھا تاہم اس بے پناہ محبت کے باوجود آپ ﷺ کو تشریف لاتے دیکھتے وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔“

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اس طرح کھڑے ہونے پر ایک دفعہ صحابہ کرام کو ڈانٹ بھی پلائی تھی جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

خرج رسول الله ﷺ متكئاً على عصا فقمناله فقال: ((لا تقوموا كما يقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً.))

(عون المعبود: ۵۲۸/۴، مشکوٰۃ، ص: ۴۰۳)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں لاٹھی ٹیکے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے دیکھ کر مت کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی (بد مذہب لوگ) ایک دوسرے کی

۳۔ محمد بن یوسف الصامی الشامی کا فتویٰ:

”جرت عادة كثير من المحبين إذا سمعوا بذكر وضعه ﷺ أن يقوموا تعظيماً له ﷺ وهذا القيام بدعة لا أصل له.“ (سبيل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد سيرت شامی: ۴/ ۱۵۰ و فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۱۸)

”بہت سے محبین کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب نبی ﷺ کی ولادت کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔“

۴۔ علامہ فضل اللہ جوہنوری کا فتویٰ:

”ما يفعل العوام في القيام عند ذكر وضع خير الأنام عليه التحية والسلام ليس بشيء بل هو مكروه.“ (بهجة العشاق بحواله فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۱۸)

”عوام الناس جو ذکر ولادت خیر الانام رسول اللہ ﷺ کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں یہ قیام نہ صرف یہ کہ کوئی نیکی نہیں بلکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔“

مذکورہ بالا فرمان رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وتیرے اور مزید برآں اکابر علماء احناف کے فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ یہ قیام بے ہنگام بدعت بلکہ شرک ہے اب سوائے اس کے اور کیا کہوں۔

ہموگان سیاہ کر دی ہزاراں رخنہ در دینم

بیا کہ از چشم بیمارت ہزاراں درد بر چینم

اس لیے ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ کہتے اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ نہ تو خود صاحب میلاد (آنحضرت ﷺ) نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات طیبہ میں نہ قولاً، نہ فعلاً، نہ صراحۃً، نہ اشارۃً اپنے اس یوم میلاد کو عید اور جشن کا درجہ دیا تھا نہ خلفائے راشدین نے اس کی طرح ڈالی، نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس دن کو جشن کا درجہ

دیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ۱۲ ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں کبھی کوئی جلوس نکالا، نہ تابعین، نہ تبع تابعین نے ۱۲ ربیع الاول کے مروجہ جملہ تکلفات کو عشق رسول ﷺ کی کڑی قرار دیا، نہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ایسے عاشق رسول خلیفہ اور حکمران نے عام تعطیل کر کے اس دن کو منایا، نہ کہیں امام ابوحنیفہ ایسے نامور فقیہ نے ۱۲ ربیع الاول کے تکلفات اور خرافات کو رواج دیا۔

نہ امام مالک ایسے ناشر سنت نے اس یوم میلاد کو عید منانے کا فتویٰ صادر فرمایا، نہ مجدد ملت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس یوم میلاد کو جلوس نکالنے اور جشن منانے کا فتویٰ صادر فرمایا، نہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ایسے محافظ سنت نے اس جشن کو سنت اور مستحب قرار دیا، نہ مؤلفین صحاح ستہ نے اپنی صحاح میں اس یوم میلاد کے احکام بیان فرمائے اور نہ سیرت نگاروں اور نہ مؤرخوں نے اس دن کے جلوسوں کی کیفیت پر کوئی روشنی ڈالی۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ہماری پہلی چار صدیاں، جو احناف کے نزدیک دور اجتہاد کی آخری حد ہیں، بھی اس بدعت سے محفوظ اور خاموش گزر جاتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ابتدائی تین صدیوں کے آخر تک پورے عالم اسلام کے تمام اطراف و اکناف میں اس بدعت کا وجود تو کیا نام و نشان تک نہیں ملتا، حالانکہ ہمارے قابل فخر صحابہ، تابعین، محدثین، مجتہدین محبت رسول ﷺ میں ہم سے کہیں زیادہ گرم جوش تھے اور اتباع رسول ﷺ کا جوش و خروش ہم سے کہیں زیادہ رکھتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع سنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا پر فداکاری اور جانثاری ان کی خوبی بن چکی تھی۔ آپ ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر عمل درآمد اور اس کو رواج دینا ان کے ایمان کا لا ینفک حصہ تھا۔ آپ ﷺ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے تمام پیمانے ان کے علم اور عمل میں تھے۔ آپ ﷺ سے محبت کرنا اور اس کو نبھانا ان کا سرمایہ حیات تھا۔ وہ تعظیم رسول ﷺ کے تمام کھلے چھپے گوشوں

اور ان کی تمام نزاکتوں سے نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ وہ ان پر کماحقہ عمل پیرا بھی تھے۔ وہ عقیدت رسول اللہ ﷺ کے تمام خاکوں سے نہ صرف بے خبر نہ تھے بلکہ ان میں اپنی وفاداری اور استواری کا حسین رنگ بھر کر بھی دکھا گئے۔ بایں ہمہ ان سے اس عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کوئی تفصیلی احکام تو کجا رہے حدیث و تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ایک حرف بھی مذکور اور منقول نہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ (فداءہ اُبی و اُمی و روحی و عرضی) کا بہ نفس نفیس اپنے روز پیدائش کی خوشی میں ہمارے لیے کوئی اسوہ اور ریت نہ چھوڑنا اور ہمارے قابل فخر سلف صالحین کا اس اسوے اور ریت کو اپنانے کے بارے میں کوئی طرز عمل اختیار نہ کرنا اس حقیقت کی ٹھوس شہادت، بین دلیل، قاطع برہان اور کھلا ثبوت ہے کہ مروجہ عید میلاد النبی ﷺ اور اس کے تمام تکلفات اور خرافات بدعت اور غیر شرعی رسم ہے جو کہ عیسائیوں اور ہندوؤں کے تہواروں کا چربہ اور ملغوبہ ہے، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس بدعت کے بارے میں سلف صالحین کا طرز عمل واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و كذلك ما يحدثه بعض الناس إما مضاهاة للنصارى في ميلاد عيسى عليه السلام وإما محبة للنبي ﷺ وتعظيما له، والله حثهم على هذه المحبة والتعظيم باجتهاد في الاتباع لا على البدع من اتخاذ مولد النبي ﷺ عيداً مع اختلاف الناس في مولده فإن هذا لم يفعله السلف مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه لو كان هذا خيراً محضاً أو راجحاً لكان السلف رضي الله عنهم أحق به منا فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله ﷺ وتعظيماً له منا، وهم على الخير أحرص وإنما كمال محبة وتعظيمه في متابعتة وطاعته واتباع أمره

وإحياء سنته باطناً وظاهراً ونشر ما بعث به والجهاد على ذلك بالقلب واليد واللسان فإن هذه طريقة السابقين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان.“ (اقتضاء الصراط المستقيم: ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴، طبع: ۱۹۹۹ء، ۱۴۱۹ھ، وزارت الشؤون الإسلامية)

”جشن میلاد تو عیسائیوں کے بڑے دن کرسس کی نقل ہے یعنی ان کی دیکھا دیکھی میں اس میلاد مروجہ کو ایجاد کیا گیا ہے یا پھر محبت رسول اور آپ ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے لیے یہ تکلف کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کی ترغیب دی ہے مگر آپ ﷺ کی سچی تعظیم اور سچی محبت صرف اور صرف آپ ﷺ کی غیر مشروط پیروی میں ہے نہ کہ عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ بدعتوں کے ایجاد کرنے میں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں سخت اختلاف ہے تاہم اقتضاء (داعیہ اور سب) موجود ہونے اور مانع معدوم ہونے کے باوصف ہمارے سلف صالحین نے اس دن کو تہوار نہیں بنایا۔ اگر آپ ﷺ کے یوم میلاد کا کوئی اہتمام خیر محض یا اس کا خیر ہونا رائج ہوتا تو ہمارے سلف صالحین آنحضرت ﷺ سے کامل محبت کرنے اور آپ ﷺ کی شان تعظیم بجالانے میں ہم سے کہیں زیادہ جوش و خروش رکھتے تھے، خیر یعنی نیکی اور بھلائی کے ہم سے زیادہ حریص تھے، لہذا آپ ﷺ کی سچی محبت اور آپ ﷺ کی سچی تعظیم صرف اس امر میں ہے کہ ظاہر اور باطن میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی غیر مشروط پیروی کی جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی اتباع کی جائے، آپ ﷺ کی سنتوں کا احیاء کیا جائے، آپ کی شریعت بیضاء سمحاء کی نشر و اشاعت کی جائے اور آپ ﷺ کے پیغام واجب التزام کے فروغ کے لیے دل و جان اور زبان اور

شاعت اور قباحت کے ہولناک نتیجے میں بدعتی آدمی کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ جیسے فرائض اور دوسرے اعمال مشروعہ بھی قبول نہیں ہوتے۔ مولوی محمد مسلم رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا:

اصل دین مصطفیٰ ہے سنت خیر الوری
مغز شرع مصطفیٰ ہے سنت خیر الوری
بدعتی کی کس طرح مقبول ہو صوم و صلاة
ہر عبادت کا سرا ہے سنت خیر الوری

نوٹ: یہ مضمون یہاں ختم کیا جاتا ہے، قارئین و شائقین مزید تفصیل کے لیے اس موضوع پر میری لکھی ہوئی کتاب بنام ”جشن عید میلاد النبی ﷺ“ کتاب وسنت کی روشنی میں، ملاحظہ کر سکتے ہیں جس میں شرح و بسط کے ساتھ مزید مباحث مرقوم ہیں۔

اللهم جنبنا عن الإحداث في الدين وارزقنا
اتباع خیر المرسلین . آمین



ہاتھ کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ حضرات مہاجرین و انصار اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم اور ان کے مخلص پیروکاروں کا فقط یہی طریقہ اور معمول تھا۔“
ان تاریخی حقائق کی توضیح و تشریح کے بعد بھی اگر کسی عالی فہم کو سلف صالحین کا مسلک سمجھ نہ آئے اور اتباع سنت اور رسول کی پیروی کو وہ اپنی فلاح دارین کی ضمانت نہ سمجھتے ہوئے خود ساختہ بدعات اور خرافات کی بدبودار دلدل میں کھویا رہے تو ہم اس کے لیے ہدایت کی دعا کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اس گفتگو سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اسلام میں بدعات یعنی نئی نئی رسموں (عید میلاد وغیرہ) کی پخت لگانا اور ان کو رائج کرنا ایک ایسا کبیرہ گناہ، ایک ایسا گھناؤنا جرم، ایک ایسا ناپاک دھندہ، ایک ایسی حرکت قبیحہ اور ایک ایسی شرمناک جسارت ہے کہ جس کی

قاری محمد حنیف طیب قصوری جوار رحمت میں

قصور کے ممتاز عالم دین مولانا قاری محمد حنیف طیب قصوری ۱۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز اتوار وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون
مرحوم راجہ جنگ قصور کے قریبی موضع کوٹلی رائے ابوبکر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ باقاعدہ دینی تعلیم جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں حاصل کی اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

راقم ۱۹۷۹ء میں نویں کلاس کا طالب علم تھا۔ چنیوٹ میں ان کے عزیز اور راقم کے استاذ گرامی مولانا قاری محمد سعید اشرف صاحب خطیب مسجد مبارک اہل حدیث کے ہاں اکثر یہ آتے رہتے تھے۔ بڑے خلیق الطبع تھے۔ راقم کو دینی تعلیم کا شوق ہوا تو انھوں نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں داخلے کا کہا۔ میرے والد گرامی حاجی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی اجازت سے یہ مجھے جامعہ سلفیہ داخلے کے لیے لے گئے۔ ان کا کمرہ حضرت مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ کے رہائشی کمرے کے ساتھ تھا۔ مجھے کمرہ نمبر ۴۱ الاٹ ہوا۔ جامعہ کے تمام اساتذہ کا موصوف بڑا احترام و اکرام کرتے تھے۔ اس وقت یہ ساتویں کلاس کے طالب علم تھے اور راقم اولیٰ اعدادی میں داخل ہوا تھا۔ میرے ساتھ بڑا حسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے۔ پڑھائی وغیرہ کا پوچھتے اور ہر دفعہ پوچھتے کہ دل لگ گیا ہے۔ الحمد للہ جامعہ کا وسیع و عریض گراؤنڈ تھا۔ فیصل ہال اور عظیم الشان لائبریری تھی۔ ڈاک خانہ بھی جامعہ کی عمارت میں قائم تھا اور ڈپنری بھی موجود تھی۔ شروع شروع میں دل نہ لگتا تھا۔ آخر پڑھائی کرتے کرتے دل بھی لگنا شروع ہو گیا۔ اللہ کریم قاری صاحب موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

(دلفگار: محمد سلیم چنیوٹی)

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبہ تحقیق و تالیف، دارالسلام، لاہور

ہے۔ اس کے تحت درج سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فتویٰ مفتی سیاح الدین کا کاخیل: سوال: ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ کوئی مرجائے تو اس کے ورثاء قرآن مجید کے حفاظ اور دوسرے مولوی صاحبان کو اپنے گھر بلا کر ان سے قرآن مجید ختم کراتے ہیں اور پھر میت کے لیے فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس طرح قرآن مجید پڑھنے اور دعا کرنے کے بعد ان کو نفد رقم بھی دی جاتی ہے اور کھانا بھی کھلایا جاتا ہے یا چائے اور مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے پورے علاقے میں یہ طریقہ رائج ہے اور ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے میت کی روح کو فائدہ پہنچتا ہے، ثواب ملتا ہے اور اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ بلکہ جو کوئی اس طرح ختم قرآن نہیں کراتا اسے بخیل سمجھا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا میت کے ساتھ کوئی قلبی تعلق ہی نہ تھا۔ مشہور مثل ہے: ”مر گیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود۔“

ہمارے قصبے کی ایک نئی مسجد میں ایک خطیب صاحب آئے ہیں، انھوں نے پہلا مسئلہ یہی اٹھایا ہے کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں، پڑھنے والا اور اس پر مالی لین دین کرنے والا دونوں گناہ گار ہیں۔ ایصالِ ثواب کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اُجرت لینا جائز نہیں اور یہ یقیناً اُجرت ہے کیونکہ اگر ان مولوی صاحبان اور حفاظ کرام کو معلوم ہو جائے کہ ہمیں قرآن ختم کرنے کے بعد کچھ بھی نہ ملے گا تو وہ پھر ختم قرآن کے لیے کبھی نہ جائیں اور گھر والا بھی انھیں صرف اس صورت میں کھلاتا پلاتا اور روپیہ دیتا ہے جب

مروجہ قرآن خوانی اور حنفی مفتیانِ کرام کے فتاویٰ قرآن خوانی کی مروجہ رسم کے متعلق ہم نے اس سے قبل جو کچھ عرض کیا ہے وہ خالصتاً قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا ہے لیکن جو حضرات ہر مسئلے کے اثبات کے لیے پہلے فقہ حنفی کی کتابوں کو دیکھتے اور انھی کی روشنی میں جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ یکسر ناجائز اور حرام (مکروہ) ہے۔ اور اس کی بنیاد فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں اگرچہ متاخرین حنفیہ نے اس کا جواز تسلیم کر لیا ہے۔ گویا اس میں ان کے ہاں دو دائرے پائی جاتی ہیں لیکن ایصالِ ثواب کے نکتہ نظر سے قرآن پڑھو کر قرآن خوانوں کو اجرت دینا یا ان کو کھانا کھلانا بالاتفاق حرام اور ناجائز ہے، نیز وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اجرت کے بغیر یا دعوت کے بغیر آج کل کوئی بھی قرآن خوانی کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس لیے قرآن خوانی کی یہ ساری رسم فقہ حنفی کی رو سے ناجائز ہے۔

ذیل میں ہم پہلے مفتی سیاح الدین کا کاخیل، جو دیوبندی احناف میں نہایت جلیل القدر عالم و مفتی مانے جاتے تھے اور سالہا سال تک اسلامی نظریاتی کونسل (اسلام آباد) کے ممبر بھی رہے ہیں، ان کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ دو جلدوں میں شائع شدہ ہے، اس سے ہم ایک فتویٰ یہاں نقل کرتے ہیں:

اس کا عنوان ہی یہ ہے ”ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی“

اس کا حوالہ دکھادیں۔ ساری عبارت تو میں نہیں لکھ سکتا، البتہ علامہ شامی نے جو آخری فیصلہ لکھا ہے وہ درج کر رہا ہوں:

”وقد قال العلماء: إن القاري إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له، فأى شيء يهديه إلى الميت! وإنما يصل إلى الميت العمل الصالح والاستتجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة وإنما تنازوا في الاستتجار على التعليم، وممن صرح بذلك أيضا الإمام البركوي - قدس سره - في آخر الطريقة المحمدية فقال: الفصل الثالث في أمور.“

(مفتی سید سیاح الدین کا کاخیل)

(تفہیم الاحکام: ۳۹۴/۲-۳۹۶، ادارہ معارف اسلامی، منصور)

وضاحت: مفتی صاحب مرحوم نے عربی عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا،

ہم ذیل میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

”علماء نے کہا ہے کہ قاری اگر اجرت کے لیے قرآن پڑھتا ہے تو خود اس کو ہی ثواب نہیں ملتا تو وہ میت کو کیا چیز ہدیہ کرتا ہے؟ میت کو تو صرف عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور محض تلاوت پر اجرت لینے کا کوئی ایک امام بھی قائل نہیں، البتہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا اس میں (جواز اور عدم جواز کی) دونوں رائے ہیں۔“

فقہ حنفی کی اس نہایت معتبر عبارت سے مروجہ قرآن خوانی ”عمل صالح“ ہی نہیں ہے، اس لیے پڑھنے والا ہی ثواب سے محروم ہے تو اس طرح وہ میت کو کس طرح ثواب پہنچا سکتا ہے؟ یعنی اس طرح ایصالِ ثواب ہوتا ہی نہیں۔

۲۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم کا فتویٰ: مفتی صاحب مرحوم کا

بھی دیوبندی احناف میں جو مقام و مرتبہ ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ وہ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان میں علمائے احناف میں مفتی اعظم مانے اور سمجھے جاتے تھے۔ ان کے فتاویٰ ان کے صاحبزادے نے جمع

وہ قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ اگر وہ کچھ نہ پڑھیں تو محض مالی صدقے کے طور پر انھیں کبھی کوئی چیز نہیں دیتے، خواہ وہ فاقے سے مر رہے ہوں۔ یہ قطعاً معاوضے کی صورت ہے۔ جن مولوی صاحبان کا ہمیشہ سے ایسی قرآن خوانی کا معمول چلا آ رہا ہے وہ اس نئے خطیب کے مخالف ہو گئے ہیں اور اس پر وہابی ہونے کا الزام لگایا ہے۔ طویل عرصے سے علماء کرام میں ایسی قرآن خوانی کا رواج پایا جاتا ہے۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ اس مسئلے نے بڑی نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ ہم چونکہ مسلک حنفی پر کاربند ہیں۔ آپ حنفی مسلک کی کتابوں کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت فرمائیے۔ کتابوں کا حوالہ بھی لکھیے۔ (سائل)

جواب: اس عام رواج کا مجھے بھی علم ہے، مگر رواج کے طور پر کسی چیز کا مدتوں لوگوں میں جاری رہنا اس بات کی دلیل تو نہیں ہو سکتی کہ ان کا یہ فعل شرعاً بھی جائز ہے۔ معلوم نہیں کہ اس رواج کی ابتدا کب سے ہوئی ہے اور اس کی ابتدائی شکل کیا تھی لیکن اب جو صورت اس نے اختیار کر لی ہے وہ قطعاً ایک غیر شرعی اور خود ساختہ رسم کی ہے۔ نئے خطیب صاحب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے اور مطابق واقعہ ہے کہ اجرت کے حصول کے لیے ہی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ دونوں طرف یہی نیت ہوتی ہے۔ نہ تو حفاظ اخلاص کے ساتھ محض رضائے الہی کے لیے پڑھتے ہیں اور نہ ختم کرانے والوں کی نیت خالص ہوتی ہے۔ مولوی صاحبان اور میت کے ورثاء اس کی ہزار تاویلیں کر کے بات بنانے کی کوشش کریں مگر حقیقت یہی ہے۔ اور یہ مسئلہ وہابیوں کا نہیں بلکہ تمام کتب فقہ حنفی میں اسی طرح موجود ہے کہ مجرد تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا جائز نہیں۔ درمختار کا حاشیہ رد المحتار جو فتاویٰ شامیہ کے نام سے مشہور و متعارف اور فقہ حنفی کے مسائل کی جامع کتاب ہے، اس میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے طویل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ اس طرح قرآن پڑھنے پر اجرت لینا دینا قطعاً جائز نہیں ہے، شامی (۳۸/۵-۴۰) میں یہ بحث موجود ہے۔ قصبہ کے سابقہ مولوی صاحبان اور اس رسم کے پابند دیگر صاحب علم حضرات کو یہ عبارت اور

و مرتب کر کے ۹ ضخیم جلدوں میں شائع کیے ہیں جو پاکستان میں بھی مکتبہ امدادیہ ملتان کی طرف سے شائع شدہ دستیاب ہیں۔

مفتی کفایت اللہ مرحوم (متوفی ۱۹۵۲ء) نے ایک فتویٰ میں بعد از مرگ رائج متعدد رسومات کا رد کیا ہے جو ”کفایت المفتی“ (مجموعہ فتاویٰ) کی جلد چہارم میں تفصیلاً موجود ہے۔ ساری رسومات اور تردیدات کا ذکر تو بہت طویل ہے، اہل علم اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں، یہاں ہم اس کا صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں مفتی صاحب مرحوم نے ان رسومات کو بدعات سے تعبیر کیا ہے۔ علاوہ ازیں مروجہ قرآن خوانی کی رسم کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی میں مطلق طور پر مکروہ کا لفظ استعمال ہو تو فقہائے احناف نے صراحت کی ہے کہ وہ حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔ اب آپ مفتی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس کے آخر میں قرآن خوانی کے مروجہ طریقہ کو بھی مکروہ (حرام) قرار دیا گیا ہے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب کی صراحت:

”حکم شرعی: واضح ہو کہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے کیونکہ اموات خیر و مبرات کی بہت محتاج اور منتظر رہتی ہیں۔ اور اُن کو ثواب پہنچانا اپنے عزیز یا دینی بھائی کی امداد و اعانت کرنا ہے۔ اور طائفہ اہل حق، یعنی اہل سنت و الجماعت کے نزدیک تمام عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، پس ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ وہ اپنے اموات، اعزاء و اقارب و احباب و اخوان مسلمین، کو اُن کے اس آڑے وقت میں پہنچانے اور اُن کی امداد و اعانت کرنے میں غفلت نہ کرے۔ اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو اُن کو ثواب پہنچائے۔ لیکن واضح رہے کہ ثواب پہنچانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کا ثواب اُس کے لیے لکھا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ اختیار بھی عطا فرمادیا ہے کہ اپنا ثواب جس کو پہنچانا چاہے

پہنچادے۔ اور صرف اس کے کہنے سے کہ یا اللہ! میرے اس کام یا اس صدقے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچادے۔ یا میں نے اس کام یا اس صدقے کا ثواب فلاں شخص کو بخش دیا۔ اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے، یعنی شریعت مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے لیے اس طریقے کے علاوہ کوئی خاص صورتیں اور خاص قیود مقرر نہیں فرمائیں۔ اور رسول اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین یا ائمہ مجتہدین و سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے بھی ایصالِ ثواب کے لیے کوئی خاص قیود اور خاص صورتیں منقول نہیں۔ لیکن لوگوں نے ایصالِ ثواب کے لیے نئے طریقے اور اس کے لیے خاص خاص صورتیں ایجاد کر کے انھیں لازم کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس اسی طرح ثواب پہنچتا ہے یا اس طرح پہنچانے سے زیادہ ثواب پہنچتا ہے۔ کسی نے ایصالِ ثواب کے لیے خاص دن مقرر کر لیے۔ کسی نے صدقے کے لیے خاص خاص چیزیں اور اُن کی مقدار معین کر لی۔ کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ، مثلاً: قبر پر ہونا چاہیے۔ کسی نے کچھ کسی نے کچھ۔ ان قیودات اور تعینات محترعہ کی وجہ سے ایصالِ ثواب جیسا نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا۔ اور حسب تصریح فقہائے کرام وہ بجائے مفید ہونے کے الٹا نقصان کا سبب ہو گیا۔

ایصالِ ثواب کے متعلق جس قدر قیودات و تعینات غیر مشروعہ ایجاد کی گئی ہیں یا بوجہ التزام و اہتمام وہ غیر مشروع اور بدعت ہو گئی ہیں اُن کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہائے کرام کے زمانے میں وہ پیدا ہو گئی تھیں۔ اُن کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں۔ لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ اُن کا وجود تھوڑے زمانے سے ہوا ہے، اس لیے خاص اُن کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا۔ یہاں پر افسوس اور سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج و اشاعت میں عوام الناس زیادہ

قابل الزام نہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنہوں نے لوگوں سے بخیلۃ ایصالِ ثواب اپنے علم کا خراج وصول کرنا اپنا انتہائی مقصود سمجھ رکھا ہے۔ ان بدعات کے زیادہ تر ذمہ دار یہی حضرات ہیں جنہوں نے عوام کو سمجھایا کہ تمہاری یہ تمام ایجادیں جائز ہیں بلکہ مستحب و سنت ہیں اور بجائے اس کے کہ بدعات سے اُن کو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم کرتے اور اس کے اتباع کا شوق اور محبت اُن کے دلوں میں پیدا کرتے، صحابہ کرام کے حالات اُن پر پیش کرتے، ائمہ دین و سلف صالحین کی پاک سیرت انہیں سکھاتے۔ ایک طوفانِ بدعات میں انہیں غرق کر دیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن خدا ترس اور اہل حق علماء کے خلاف زہر اُگلنا شروع کیا جنہوں نے ان کو بدعت بتایا اور بدعت کے بُرے انجام اور نتیجہ بد سے آگاہ کیا۔ حالانکہ اہل حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے صاف ارشادات بیان کرتے ہیں۔ مگر اُن کو وہابی غیر مقلد بتا کر عوام کے قلوب کو اُن سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت خود اپنے مذہب اور فقہ حنفیہ کی صریح مخالفت کر کے حقیقی طور پر خود غیر مقلد بنتے ہیں۔ مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی اُن کو ہوتی ہے اُس کے مقابلے میں ترکِ تقلید و ترکِ سنت سبھی کچھ اختیار کر لیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔“

اس کے بعد مفتی صاحب نے ایصالِ ثواب کی اور بہت سی خود ساختہ رسومات کا ذکر کر کے ان کی تردید کی ہے اور ان کو بدعات قرار دیا ہے۔

رسم قرآن خوانی کے بارے میں

اسی طرح قرآن خوانی اور دعوت ختم قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وفي البزازیة ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثاني والثالث وبعد الأسبوع ونقل

الطعام إلى القبر في المواسم و اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وإن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً، وأطال في ذلك في المعراج وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فتحرز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى.“

”بزاز یہ میں ہے کہ موت کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کرنا اور قبر پر کھانا لے جانا مواسم میں اور قرآن پڑھانے کے لیے دعوت کرنا اور صلحاء اور قراء کو ختم قرآن کے لیے یا سورۃ الأنعام و اخلاص پڑھنے کے لیے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ قراءۃ قرآن کے وقت کھانا کرنا مکروہ ہے۔ اور فتاویٰ بزاز یہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لیے کھانا پکایا جائے تو اچھا ہے۔ اور معراج میں طویل بحث کر کے کہا کہ یہ تمام افعال شہرت و ناموری کے لیے کیے جاتے ہیں، پس ان سے احتراز کیا جائے۔ کیونکہ لوگ ان سے اللہ کی خالص رضامندی کا قصد نہیں کرتے۔“ (رد المحتار شامی)

اس عبارت میں کئی باتیں نہایت صاف طور سے مذکور ہیں۔ اول یہ کہ میت کے پہلے روز، یعنی یوم انتقال و دفن میں کھانا پکوانا اور اجتماع کرنا اور ختم قرآن کا اہتمام و اجتماع اور تیسرے روز اور پھر ہفتے کے بعد یہی اہتمام اور اجتماع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور یہ افعال اکثری طور پر بغرض شہرت و ریاء و نمود کیے جاتے ہیں، اس لیے بدعت و ناجائز ہیں۔ اگر فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا تقسیم کیا جائے، بشرطیکہ اُسے سنت نہ سمجھا جائے اور نہ اس کا التزام کیا جائے تو جائز ہے، یعنی

لینا مناسب اور ضروری خیال کرتے ہیں، چنانچہ آئندہ صفحات میں یہ بحث بھی ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ هو الموفق والمعین وهو الهادی إلى سواء السبیل۔

مسلمان قوم کو بے عمل بنانے والی کچھ اور رسمیں اور حیلے ایک مسلمان کہلانے والا شخص اگر سالہا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا، زکاۃ ادا نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو زندگی میں توبہ کی توفیق عطا فرمادیتا ہے اور توبہ النصوح کر کے وہ احکام و فرائض اسلام کا پابند بن جاتا ہے اور خالص اور سچی توبہ کرنے کے بعد وہ ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا۔ ایسے شخص کی پچھلی چھوٹی ہوئی نمازوں اور چھوٹے ہوئے روزوں وغیرہ کا کیا حساب ہوگا؟ ان کی ادائیگی ضروری ہے تو ادائیگی کس طرح ہوگی؟ یا اس کا خالص توبہ کر لینا ہی کافی ہوگا؟ پہلا موقف: خالص توبہ کافی ہے:

دلائل شرعیہ کی رو سے فرائض اسلام کا مسلسل تارک عند اللہ مسلمان ہی نہیں رہتا، گو مردم شماری کے خانے میں وہ مسلمان ہی متصور ہوتا ہو، اس لیے اگر ایسا بے عمل نام نہاد مسلمان اگر سچی توبہ کر کے احکام و فرائض اسلام کا پابند بن جاتا ہے اور آئندہ کوتاہی نہیں کرتا تو اس کی خالص توبہ ہی اس کی پچھلی تمام کوتاہیوں کے ازالے کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں پر قلم غفور پھیر دے گا اور اس کو اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں وغیرہ کا حساب کرنے کی اور ان کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حیثیت نو مسلموں کی طرح ہے کہ توبہ کرنے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ آئندہ وہ صحیح معنوں میں ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارے۔

اور اگر وہ توبہ و اصلاح کیے بغیر ہی فوت ہو جاتا ہے جب کہ سالہا سال کے فرائض و واجبات اس کے ذمے ہیں تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء مالی فدیے

بغیر کسی تعین وقت یا تخصیص طعام کے، جس وقت میسر ہو بغرض خوشنودی خدا تعالیٰ کھانا پکا کر فقراء کو کھلا دو یا تقسیم کر دو اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دو تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔“ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

”ان عبارتوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کا ختم کرانے کے لیے اجتماع کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھانا مکروہ اور بدعت ہے، نیز چونکہ اس قسم کے کھانے میں غریب امیر سب شامل ہوتے ہیں، اس لیے صاف ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مقصود صدقہ اور خیرات نہیں ہے، ورنہ امراء کو صدقہ کھلانے کے کیا معنی۔ اور جب صدقہ مقصود نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا کھانا اور جلسے کرنا محض ناموری اور شہرت اور ریا کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا مکروہ اور بدعت ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہنا کہ امراء کی دعوت بطور ہدیہ کے ہوتی ہے اور فقراء کی بطور صدقہ کے، صحیح نہیں کیونکہ کھانا کرنے والوں کو اس تفریق کا خیال نہیں ہوتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم بقول علامہ ابن ہمام کے چونکہ یہ دعوت غمی کی ہے اس لیے غیر مشروع اور بدعت ہے۔ اور رد المحتار شامی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ترکہ مشترکہ میں سے بغیر رضاء جمیع ورثہ یہ مصارف ادا کرنا بالخصوص جبکہ کوئی وارث نابالغ یا غائب ہو، ناجائز ہے۔ اور جو کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔“

(کفایت المفتی: ۱۳۷/۴، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۹)

ملحوظہ: قرآن خوانی کی رسم ہی کی طرح کچھ اور رسمیں بھی ہمارے معاشرے میں رائج ہیں یا فقہائے احناف نے وہ بیان کی ہیں، یہ رسمیں اور حیلے بھی مسلمان قوم کو بے عمل ہی بنانے والے ہیں، اس لیے ان کا جواز بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اب یہ مسئلہ زیر بحث آ ہی گیا ہے علاوہ ازیں یہ سب رسمیں اور حیلے ایصالِ ثواب ہی کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، اس لیے ہم ان کا بھی قدرے تفصیل سے جائزہ

کے ذریعے سے اس کی بے عملی اور کوتاہیوں (فرائض اسلام کی عدم ادائیگی) کا ازالہ نہیں کر سکتے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ [المذثر: ۳۸]

”ہر نفس اپنے کیے کا گروی ہے۔“

﴿كُلُّ اٰمِرٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [الطور: ۲۱]

”ہر شخص اپنے عملوں کے عوض گروی ہے۔“

قرآن کریم کی یہ آیات اس کے بارے میں واضح اور نص قطعی ہیں۔ احادیث میں بھی ایسے شخص کے بارے میں کچھ نہیں ملتا، جو کچھ ملتا ہے وہ ایصالِ ثواب کی جائز صورتوں میں ہم بیان کر آئے ہیں، لیکن ان صورتوں کا کوئی تعلق ایسے فرائض اسلام کے تارک سے نہیں ہے۔ ہم اس کے لیے سوائے دعائے مغفرت کے کچھ نہیں کر سکتے، دعا کا جواز ہمیں ملتا ہے۔ ہر مسلمان کی نماز جنازہ بھی چاہے وہ کتنا بھی بے عمل یا بد عمل ہو، اسی جواز کی بنیاد پر پڑھی جاتی ہے کیونکہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہی ہے۔ لیکن اس کا اس کو کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔ ایصالِ ثواب اور دعاؤں سے میت کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے لیکن کس کو؟ صرف اس کو جس کو اللہ پہنچانا چاہے اور اللہ سے کس کی بابت یہ امید رکھی جاسکتی ہے؟ صرف گناہ گار مسلمانوں کے لیے، جو جان بوجھ کر اور مسلسل بڑے بڑے گناہ نہ کرتے رہے ہوں، فرائض اسلام سے غافل نہ رہے ہوں، اسلام کے حلال و حرام کے حتی الامکان پابند رہے ہوں۔ لیکن جن مسلمانوں کی زندگیوں میں اسلام صرف اس حد تک تھا کہ ان کا نام مسلمانوں والا تھا لیکن کام کوئی بھی مسلمانوں والا نہ تھا، نہ نماز کے پابند تھے، نہ زکاة کی ادائیگی کا کوئی اہتمام تھا، نہ حلال و حرام کے درمیان کوئی تمیز کرتے تھے۔ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ایسے مرتکب کبار مسلمانوں کا معاملہ، جو کبار سے توبہ کیے بغیر فوت ہو گئے بلکہ فرائض کے بھی تارک رہے، ان کا معاملہ کلئہ اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے تو معاف کر دے (پہلے مرحلے ہی میں) اور چاہے تو سزا کے بعد معاف کرے، ہم ان کی بابت کوئی حتمی حکم نہیں لگا سکتے۔ تاہم

دلائل شرعیہ کی رُو سے ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ نے بے لاگ عدل و انصاف کا مظاہرہ فرمانا ہے کیونکہ اس نے اس دن کا نام ہی یوم الدین (روزِ جزاء) اور یوم الحساب (حساب کا دن) رکھا ہے اور اس جزاء اور حساب کا مطلب یہی ہے کہ اس روز نیک اور بد، فرمانبردار اور نافرمان دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ نہ ہوگا اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ عدل و انصاف کے خلاف ہوگا جس کی توقع اللہ کی ذات سے نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَمَا رَّبُّكَ بِظَلَمٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ [خم السجدة: ۴۶]

”آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔“

اور نیک و بد کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا نیکوں کے ساتھ ظلم ہی ہوگا، یہ ظلم اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں فرمائے گا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝﴾ [القلم: ۳۵، ۳۶]

”کیا پھر ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر ٹھہرائیں گے؟ تمہیں کیا ہوا، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اٰجْتَرَحُوْا السِّيَآتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ

كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ﴾ [الحاثیة: ۲۱]

”کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔“

دوسرا موقف:

اس کے برعکس ایک دوسرا موقف یہ ہے کہ ایسا مسلمان جو، مثلاً: ۲۰، ۳۰ سال نماز کا تارک، رمضان المبارک کے روزوں کا تارک، زکاة وغیرہ کا تارک رہا، اس کے بعد توبہ کی توفیق اس کو مل گئی اور وہ مخلص مسلمان اور فرائض کا پابند بن گیا تو وہ گزشتہ ۲۰، ۳۰ سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا اور چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کرے اور وہ اس طرح کہ وہ ۲۰، ۳۰ سال یا اس سے کم و بیش جتنا

اس سے بھی زیادہ۔

اسی طرح روزوں کا فدیہ فی روزہ پونے دو کلو گندم ہوگی، ۲۰ سال کے روزوں کا فدیہ یعنی ۲۰ مہینوں کا فدیہ ۲۶.۲۵ من اور فی مہینہ ۱.۳۱۲۵ من، یعنی ساڑھے باون کلو بنے گا۔

پھر زکاة کی ادائیگی بھی سالوں کے حساب سے اس کے مال سے ادا کی جائے۔ اگر اس نے مال نہیں چھوڑا یا وصیت نہیں کی تو ورثاء بطور تبرع اپنی طرف سے ادائیگی کریں، بصورت دیگر ان پر لازمی نہیں۔ یا ورثاء کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ لاکھوں روپے کا فدیہ یا اس کی قیمت ادا کر سکیں تو اس کے لیے بھی فقہائے حنفیہ نے اسقاط یا دور کا ایک حیلہ بتایا ہے، اسے اختیار کیا جائے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔ یہاں ہم فی الحال زندگی میں قضا یا فدیے کے سلسلے میں چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس دوسری صورت پر گفتگو ہوگی جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

عرصہ وہ فرائض کا تارک رہا اس کی قضا اور فدیہ دے، مثلاً: جتنے سالوں کی نماز اس کے ذمے ہے، وہ اتنے سال ہر نماز ڈبل یا غیر مکروہ اوقات میں حسب استطاعت حساب کر کے نمازوں کی قضا ادا کرتا رہے اور یوں وہ تمام گزشتہ سالوں کی نمازیں بھی ادا کرے۔ چھوٹے ہوئے تمام سالوں کے روزوں کا فدیہ ادا کرے۔ ہر روزے کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

اور اگر ایسا شخص توبہ و اصلاح کے بغیر ہی فوت ہو گیا جب کہ سالہا سال کے فرائض اس کے ذمے ہیں تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کیا جائے۔ ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے اور وتر سمیت روزانہ کی چھ نمازیں شمار ہوں گی۔ اس اعتبار سے ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم ہوگی۔ ایک سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں، اس حساب سے ایک سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً ۹۶ من گندم بنے گی، ۲۰ سال کا فدیہ دو ہزار من گندم کے قریب بنے گا۔ ۲۵، ۳۰ سال کا

مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ

علم و عرفان اور حق و صداقت کا استعارہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

گردی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ مغلیہ خاندان کے آخری حکمران طاؤس و رباب شباب و کباب میں لت پت ہو گئے۔

مسلمانوں میں ضعیف الاعتقادی، توہم پرستی، عملی بے مائیگی اور شرک و بدعات دیمک کی طرح چھٹ گئی۔ اور جب مسلمانان ہند جہاد ایسے زریں اصول کو فراموش کر بیٹھے تو ان دیگرگوں اور دل فگار حالات کا فائدہ اٹھا کر انگریز شاطر تاجرانہ بھیس بدل کر ہندوستان گھس آیا۔ ظالم استعمار نے عہد شاہ جہان میں اپنی شاطرانہ چالوں، سازشوں اور شرارتوں کا جال بچھنا شروع کر دیا۔ ادھر مغلیہ حکومت کے خلاف مہمیں اور سکھوں نے بغاوت و سرکشی برپا کر کے داخلی انتشار پیدا کر دیا۔ فرنگی شاطر نے اپنے بدنام زمانہ اصول ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“ کے تحت مسلمانوں اور ہندوؤں کو باہم دست و گریبان کر دیا۔ آہستہ آہستہ ان فرنگی عیاروں نے مشرقی ہند کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش شروع کر دی۔

نواب سراج الدولہ نے ان فرنگی چالوں کو بھانپ کر ان کے سد باب کے لیے کچھ تدابیر پر عمل درآمد شروع کیا لیکن میر جعفر ایسے غدار اور ضمیر فروش فرنگی گماشتے کی وجہ سے ۱۷۵۷ء میں پداسی کے مقام پر نواب سراج الدولہ کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی، اس طرح مشرقی ہند پر انگریز کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

مشرقی ہند پر قابض ہونے کے بعد اس بدمعاش نے جنوبی ہند کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ جنوبی ہند کے حاکم ٹیپو سلطان نے فرنگی چالوں کے ناپاک عزائم محسوس کر کے اس سے بچاؤ کی تدابیر بروئے کار لانے کی سعی شروع کی لیکن ۱۷۹۹ء میں میر صادق ایسے بے وفا

تحریک مجاہدین اور مولانا سلطان محمود محدث افغانی:

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اسلام کا تابناک ماضی مثل آفتاب نظر آتا ہے۔ پیغمبر امن و سلامتی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنے جانباز، بہادر اور نڈر اصحاب کی معیت میں جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی اور ایک عالمگیر انقلاب پیا کر دیا۔ محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے پاک باز ساتھیوں نے دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر اپنا تن من و دھن سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔

اس قدسی جماعت نے جس علاقے کا رخ کیا وہ فتح ہوتا چلا گیا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک کلمہ توحید کی صدا گونجنے لگی۔ کفر و شرک کے مہیب اندھیرے چھٹنے لگے اور اطراف عالم میں توحید و ایمان کا سراج و ہاج ضیا پاشی کرنے لگا

جب تک مسلمان ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ان کا عظیم مشن جاری رکھا، اس وقت تک ان کا روئے زمین پر سکھ چلتا رہا۔ جب انھوں نے قرآن و حدیث کی تعلیمات اور جہادی عمل کو طاق نسیاں کر دیا تو رب ارض و سما نے ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر جب یہی کیفیت برصغیر میں رونما ہوئی تو ہر طرف طوائف الملوکی کے بھیانک اندھیرے چھانے لگے۔ انتشار و خلفشار اپنی آخری سرحدوں کو عبور کرنے لگا۔ بدمعاشی، فحاشی، عیاری و بدکاری اور غنڈہ

اور ملت فروش کی وجہ سے ٹیپو سلطان اور اس کے جانباز سپاہی جام شہادت نوش کر گئے۔

جعفر از بنگال صادق از دکن

نگ آرم، نگ دین، نگ وطن

مشرقی اور مغربی ہند پر قابض ہونے کے بعد انگریز عیار نے سلطنت اودھ پر یورش کر کے قبضہ کر لیا۔ تاجر کے بھیس میں آنے والا شاطر و چالاک اپنی شاطرانہ چالوں، عیاریوں اور بدمعاشیوں کی وجہ سے ایک سو سال میں پورے ہندوستان پر قابض ہو گیا۔

طوفان کی دشمنی سے نہ بچتے تو خیر تھی

ساحل سے دوستی کے بھرم نے ڈبو دیا ہم کو

یہ سارے دہشت انگیز حالات مسلمانوں کی غفلت شعاری کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ مغلیہ حکمرانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔ محمد شاہ رگیلا ایسا رنگین مزاج حاکم ”ہنوز دلی دور است“ کے راگ الاپتا رہا۔ اس بے غیرت اور بے حس نے اپنی فاشی و عیاشی کی بدولت مغلیہ سلطنت کی لٹیا ڈبودی۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے اس دل کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی اس گھر کے چراغ سے

اس وقت کے مسلمانوں کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر قیام الدین رقمطراز ہیں:

”حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی ولادت سے قبل ہی ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا چراغ قریباً گل ہو چکا تھا۔

سلطنت مغلیہ کے کھنڈرات پر جن مسلمان حکمرانوں نے اپنی حکومتوں کی بنیادیں استوار کی تھیں وہ بھی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ سیاسی انحطاط کے علاوہ دینی، اخلاقی، سماجی اور تمدنی ہر اعتبار سے ہی مسلمان زوال پذیر تھے۔ اُمراء و رؤسا صرف شاہد و شراب کے ہو کر رہ گئے تھے۔ محمد شاہ رگیلا کے عہد میں تو نوبت بایں جا رسید کہ اس

کے دربار میں تین تین سو طوائف برہنہ رقص کرتیں جب وہ تھک کر چور ہو جاتیں تو ان کی جگہ تین سوتازہ دم آ جاتیں۔

العیاذ باللہ

ان کے علاوہ حرم شاہی میں سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں تھیں جو بادشاہ کی بیگمات کہلاتیں۔ وہ حدود و قیود سے بالکل آزاد تھا اور اسی طرح دربار میں شراب کا دور جاری رہتا۔ دیگر امراء و رؤساء کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی، ہر ایک رئیس کے محل میں شراب کی بھٹیاں موجود تھیں۔

عوام کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تو اپنے دور کے متعلق فرمایا تھا کہ اگر کوئی مشرکین عرب کے عقائد، ان کے اعمال اور ان کے حالات کی پوری پوری تصویر سے واقف ہونا چاہتا ہے تو وہ اس زمانے کے عوام اور جہلاء کو دیکھ لے (کما فی الفوز الکبیر) تو اس اندازہ لگائیے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانے کے لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی؟

غرض یہ کہ اس دور میں وہ تمام معاشرتی زوال و تخریبات رونما ہوئیں جو اس حالت کا لازمہ ہوتے ہیں۔ تمام اخلاقی اقدار پاؤں تلے پھل دیے گئے۔ ذاتی عیش و عشرت اور مقامی اعزاز کی خاطر عظیم قومی مصالح ٹھکرا دیے جاتے۔ مستقبل تاریک اور برے شگونوں میں آلودہ نظر آتا تھا اور اس لیے ہر شخص اس فکر میں رہتا تھا کہ جہاں تک اس کے بس میں ہو وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لے۔ ایک اوسط درجہ کے شریف آدمی کی زندگی کے لیے تعیش، مے نوشی اور رقص و سرود کی محفلیں لازمی جزو بن گئی تھیں اور ان سے ادنیٰ تر طبقوں میں بھی ان سے نسبتاً پست تر پیمانے پر ان کی تقلید کی جاتی تھی۔

اس زمانے کی ادبیات بھی، جن کی کثیر مثالیں ہمارے سامنے ہیں، کاہلی اور عیاشی کے مروجہ عواطف و میلانات مہیا

شہید ﷺ اور شاہ اسماعیل شہید نے غور و فکر کے بعد صوبہ سرحد کو اپنا مرکز منتخب کر کے وہاں سے جہاد کا آغاز کیا۔

۱۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۵ء کو سیدین شہیدین رحمہم اللہ اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ رائے بریلی سے صوبہ سرحد کی طرف رواں دواں ہوئے۔ جماعت مجاہدین نے سیدین کی قیادت میں سکھوں سے آٹھ جنگیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ان غزوات میں فتح یابی سے نوازا۔

۱۵ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو یہ قافلہ حق بالا کوٹ کی وادی گلستان میں اترا۔ اس مقام پر اپنوں کی غداری، ضمیر فروشی اور خود غرضی کی بدولت سکھوں نے اس جماعت حقہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس واقعہ فاجعہ میں سیدین اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعۃ المبارک کو جام شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزارہ کے چند نام نہاد مسلمانوں نے کھوٹے سکوں کی خاطر اس مقدس اور عظیم جماعت پر حملہ کروا کے ضمیر فروشی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد
سیدین کریمین اور دیگر رفقاء کی شہادت کے بعد باقی ماندہ مجاہدین بہت دل گرفتہ اور پریشان ہوئے کیونکہ پوری قیادت شہادت سے سرفراز ہو چکی تھی، چنانچہ مولانا عنایت علی عظیم آبادی اور ان کے برادر عزیز مولانا ولایت علی عظیم آبادی فوراً صوبہ بہار سے بالا کوٹ پہنچے۔ انھوں نے آکر مجاہدین کی دلجوئی کی اور ان کا حوصلہ بلند کیا۔ ان حضرات نے جماعت مجاہدین کے مشن کو از سر نو منظم و مرتب کیا اور قافلہ حق کو منزل کی طرف رواں دواں رکھا۔

سیدین شہیدین رحمہم اللہ کے احوال زندگی اور جماعت مجاہدین کی تنظیم و اثرات سے بحث کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے ورنہ یہ حکایت دراز تر ہو جاتی۔

کرتی تھیں۔ ہاں، یہ بانی انگریز تصویر ذرا مدہم پڑ جاتی تھی تو اس حقیقت سے کہ اگلے زمانے کے کچھ لطیف جذبات جیسے جرأت و دلیری، وفا شعار اور شعور عزت و آبرو اب بھی لوگوں میں موجود تھے۔ اگرچہ ان کی نشوونما غلط طریقوں پر ہوتی تھی۔ چنانچہ دلیری معمولی معمولی جھگڑوں اور خانہ جنگیوں پر، وفاداری چھوٹے چھوٹے معاملوں پر، استقلال و استقامت فرسودہ اور تباہ کن رسم و رواج سے چپے رہنے پر، سیرچشی اسراف پر اور علم و دانش قدیم ذخیروں میں جدید معلومات کا اضافہ کرنے کی بجائے پرانے پرانے فتنوں کی طویل الذیل شروحات لکھنے پر صرف کی جاتی تھیں۔‘ (ہندوستان میں وہابی تحریک، ص: ۲۹)

ان پر آشوب اور پر فتن حالات کو دیکھ کر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر مسلمانان ہند کو جہاد کی طرف توجہ دلائی۔

(فتاویٰ عزیزیہ: ۱/۱۷۱)

شاہ صاحب کا یہ فتویٰ تحریک مجاہدین کی بنیاد بنا۔ ہوا یوں کہ ۱۷ شوال ۱۲۳۹ھ بمطابق ۱۸۲۴ء کو مولانا عبدالعزیز دہلوی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد امیر المجاہدین سید احمد شہید اور قدوۃ المجاہدین سید محمد اسماعیل شاہ شہید رحمہم اللہ نے جہاد کی تیاری کے لیے ہندوستان کے اطراف و اکناف کے طوفانی دورے کیے اور مجاہدین کی ایک جماعت منظم کر لی۔ حضرت الامام سید اسماعیل شاہ شہید رحمہم اللہ کی دعوت خلوص اور مساعی حسنہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔ انھیں اہمیت جہاد، عظمت جہاد اور فضیلت جہاد کا درس دیا۔ ان کے تن مردہ میں جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونکی۔ شاہ شہید رحمہم اللہ کی پر خلوص دعوت و تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ صرف پونے دو سال کے قلیل عرصے میں غازیان صف شکن اور مجاہدین کفن بردوش کی ایک منظم اور مدرب جماعت تیار ہو گئی جو ہر وقت راہ جہاد میں قربانی دینے کے لیے پیش پیش تھی۔ سید احمد

ارادہ فرمالیا، چنانچہ یہ داعی حق و صداقت اس علاقے (ڈیرہ اسماعیل خان) کو چھوڑ کر تنہا ملتان کی طرف ہجرت کر گیا۔
ملتان میں تشریف آوری:

مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے عزم و استقلال کا پہاڑ بن کر ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) سے ملتان کا سفر پایادہ شروع کر دیا۔ مولانا نے معروف شاہراہ سے ہٹ کر جنگلوں اور صحراؤں کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن و سنت کا یہ داعی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ ملتان شہر پہنچ گیا۔

مولانا عبید اللہ ملتان آئی آپ کی آمد کے بارے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

”تیرہویں صدی ہجری کا آخری ربع تھا کہ حضرت مولانا محمود المعروف مولانا سلطان محمود محدث رحمۃ اللہ علیہ دین کے لیے مہاجرت اختیار کر کے ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) سے ملتان پہنچے۔

اہل حق و ثبات کے احوال ہمیشہ ایک سے رہے ہیں۔ مولانا محترم اپنے خاندان کے حالات و رسومات دیکھتے تو بے قرار رہتے۔ ہر طرف دنیا سازی کا غلبہ تھا، گوشہ نشینی میں جب امن میسر نہ آیا تو ترک وطن اولیٰ سمجھا۔ سب کو چھوڑ کر پیادہ پاملتان کے لیے روانہ ہوئے۔

ایک میانہ قد، سرخ رنگ اور وجیہ صورت جوان ملتان میں وارد ہوا۔ محض اجنبی کوئی رفیق نہ مونس، غربت و پردیس کی مصیبتیں اٹھا کر یہاں پہنچا ہے۔“

ضرورت رشتہ

حافظ قرآن، عمر ۲۵ برس، ذریعہ معاش حکمت، ذاتی رہائش کے لیے حافظ قرآن دینی تعلیم سے آراستہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے خاندانی افراد رابطہ کریں۔

(رابطہ نمبر: 0321-8869902)

جماعت مجاہدین کی داستان حق اختصار کے ساتھ یہاں رقم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس تحریک میں بہت سارے جانثاروں نے حصہ لیا۔ ان میں مولانا سلطان محمود محدث ملتان رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اکبر مولانا عبدالمطیف خان رحمۃ اللہ علیہ بھی قابل ذکر ہیں جو سیدین شہیدین کے ہمراہ بالا کوٹ کی گل پوش وادی میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آج بھی بالا کوٹ کی لالہ زار وادی سے اس قافلہ حق و وفا کی صدائے حق گونجتی ہوئی صاف سنائی دے رہی ہے۔

مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ بھی جماعت مجاہدین سے مانوس ہو چکے تھے۔ سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ مجاہدین جب دریائے سندھ کے آس پاس سے گزرے تو انھوں نے قبر کے مجاوروں اور سجادہ نشینوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارا اور انھیں توحید خالص کی طرف دعوت دی۔ اسی دوران ہمارے مدوح مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان غازیان صف شکن کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا جو اس سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کر کے عامل بالحدیث ہو چکے تھے۔ جب محدث ملتان رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت مجاہدین کی صحبت میسر آئی تو وہ ان کی دعوت فکر سے بہت متاثر ہوئے۔ سیدین شہیدین کی تربیت یافتہ جماعت مجاہدین کی ہم نشینی کا یہ اثر ہوا کہ جذبہ اشاعت توحید و سنت سے سرشار ہو کر اس صالح و فاضل نوجوان نے توحید و سنت کی نشر و اشاعت اور شرک و بدعات کی تردید کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ اس راہ حق میں انھیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مجاہدین سے وابستگی کی وجہ سے فرنگی حکومت کی نظر میں آ گئے، اس لیے انھوں نے اپنے نام ”محمود“ سے پہلے لفظ سلطان کا اضافہ کر لیا اور سلطان محمود کے نام سے معروف ہوئے۔

مولانا موصوف اپنے خاندان کے حالات اور رسوم و رواج دیکھتے تو بہت پریشان و مغموم ہوتے تھے۔ موصوف اپنے عزیز واقارب کو قرآن و حدیث کی دعوت دیتے رہے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ دریں اثنا مولانا گرامی نے گوشہ نشینی اختیار کر لی، جب خلوت نشینی میں بھی امن و سکون میسر نہ آیا تو انھوں نے اس علاقے سے ہجرت کرنے کا

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

طرح انھوں نے میری متعدد کتابوں پر مقدمے لکھے، جن میں ”دبستانِ حدیث“ اور ”گلستانِ حدیث“ بھی شامل ہیں۔ دبستانِ حدیث پر ”حدیث اور اہل حدیث“ کے عنوان سے اور گلستانِ حدیث پر ”حفاظت حدیث مصطفیٰ ﷺ“ کے عنوان سے مقدمے رقم فرمائے۔ یوں تو دونوں مقدمے علمی نوعیت کے ہیں لیکن گلستانِ حدیث کا مقدمہ بہ درجہ غایت فاضلانہ مقدمہ ہے جسے ان کا قلمی شاہکار کہنا چاہیے۔ اللہ ہی انھیں اس کی جزا دینے والا ہے۔

اس فاضل مقدمہ نگار کی کتابی صورت میں کاوش پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے جو اپنے موضوع کی بہترین کاوش ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ اس فقیر جیسا قسی القلب بھی اس سے انتہائی متاثر ہوا ہے۔ ایک تو موضوع ایسا ہے، دوسرا مصنف کا اسلوبِ تحریر اتنا پُر تاثیر ہے کہ قاری اس کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ انھوں نے اخلاص میں ڈوب کر اور موضوع کی تہ میں اتر کر کتاب لکھی ہے۔ اس کی شان تصنیف بڑی درواگیز ہے جو یہ ہے: مولانا عبدالقادر ندوی کے صاحب زادے حاجی زبیر احمد ۲۵/ مارچ ۲۰۰۵ء کو کار کے حادثے میں وفات پا گئے۔ وہ مولانا عبدالخالق مدنی کے دوست تھے۔ مدنی صاحب نے ٹیلی فون پر مولانا عبدالقادر ندوی سے اظہارِ افسوس کیا لیکن پھر خیال ہوا کہ اس حادثے پر انھیں مفصل خط لکھنا چاہیے۔ خط لکھنا شروع کیا تو چند باتیں لکھنے کے بعد اس قدر مغموم ہوئے کہ خط مکمل نہ کر سکے۔ بعد ازاں ۸/ مارچ ۲۰۱۱ء کو مولانا عبدالقادر ندوی بھی راہِ گزشتہ ملک بقا ہو گئے جو مصنف پر انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اب انھیں باب بیٹا دونوں کا صدمہ لاحق تھا۔ اس صدمے کے دوران انھوں نے اپنے پہلے تحریر کردہ کاغذات مرتب کرنا شروع کیے تو وہ

سوئے منزل

مصنف: مولانا عبدالخالق مدنی

ناشر: مرکز الفلاح الخیری

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔

(۲) مکتبہ حسین محمد، مسجد علی المرتضیٰ اہل حدیث، نور

روڈ، صدیقیہ کالونی، بادامی باغ، لاہور۔

(۳) ادارہ علوم اثریہ، منگمری بازار، فیصل آباد۔

ضخامت: ۲۲۳ صفحات۔ خوبصورت سرورق، بہترین کاغذ، عمدہ طباعت

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مولانا عبدالخالق مدنی ذی مرتبت عالم دین ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ کئی سال سے کویت میں فروکش ہیں اور وہاں درس و خطابت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جہاں وہ بہت اچھے خطیب ہیں، وہاں ان کا تحریری ذوق بھی بڑا انتہا ہوا ہے۔ نہایت صفائی سے قلم کو حرکت دیتے ہیں اور ہر بات باحوالہ لکھتے ہیں۔ عام مطالعہ ماشاء اللہ بہت وسیع ہے اور کتب حدیث پر بالخصوص گہری نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے جس سے انھیں نوازا گیا ہے۔

اب تک ان کے ”مقدمات“ کی شہرت تھی۔ ہمارے دوست ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد کی ”زاد الخطیب“، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، نہایت عالمانہ خطابت کا ضخیم مجموعہ ہے۔ خطیبوں اور مقررین کے لیے یہ ایک بہترین تحفہ ہے جو لائقِ مصنف نے ان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ مولانا عبدالخالق مدنی نے اس پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے جو بے حد اہمیت کا حامل ہے اور ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی

ایک کتاب کی صورت اختیار کر گئے اور یہ کتاب ”سوئے منزل“ کے نام سے چھپ کر ہمارے سامنے آگئی۔ اس طرح یہ کتاب دراصل مولانا عبدالقادر ندوی اور ان کے فرزند گرامی حاجی زبیر احمد کی وفات پر اظہار تعزیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اس میں انھوں نے انسانی زندگی کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ موت ہر انسان کے تعاقب میں رہتی ہے اور وہ کسی وقت سب معاملات دنیوی کو چھوڑ کر قبر کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل ۲۲۴ صفحات کی اس کتاب میں نقش ہے۔ ہر بات قرآن وحدیث کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ جابجا اردو، فارسی اور عربی کے اشعار درج کیے گئے ہیں جو موت اور قبر و قیامت اور یاد الہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتاب میں ۶۷ مسائل بیان کیے گئے ہیں جو موت، جنازہ، کفن، تدفین سے متعلق ہیں۔

مختلف اوقات کی دعائیں، مناجات، وظائف وغیرہ سب قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے حوالے سے مندرج ہیں۔

”سوئے منزل“ کا مطلب انسان کا قبر اور موت کی طرف سفر ہے اور وہ واقعی لمحہ بہ لمحہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا ہر سانس اسے موت کے قریب کر رہا ہے اور موت کے بعد اس کا ٹھکانا قبر ہے، جسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں:

حضرات! جنازہ تیار ہے۔ سوئے مرقد۔ نماز جنازہ کی امامت۔ قبر کھودی جا رہی ہے۔ عالم برزخ۔ عذاب قبر سے نجات دلانے والے اعمال۔ رات کو سونے سے قبل سورہ ملک کی تلاوت کرنا۔ عذاب قبر سے نجات کے لیے دعا۔ میت کے لواحقین کے لیے کھانے کا اہتمام۔ غیر مسلم کی موت پر تعزیت کرنا۔ میت کے ذاتی اعمال۔ دوسروں کے اعمال سے میت کو فائدہ۔ میت کے لیے دعا کی چند صورتیں۔ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت۔ مناجات۔ موعظہ۔ اہمیت دعا۔

مصنف شہیر ”حرف آغاز“ میں کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: ”میں نے اس مختصر رسالے کو ”سوئے منزل“ کے نام سے

موسوم کیا ہے کیونکہ اس میں ساعت احتضار سے لے کر منازل آخرت کی پہلی گھاٹی (قبر) تک سے متعلقہ چند امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ راقم نے ان سطور کے ذریعے اہل ایمان کے دلوں میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں فکر آخرت کی جوت جگانے کی سعی کی ہے۔ اگر میں اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کامیاب رہا ہوں تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور اگر اس موضوع کی توضیح وتبہیم سے قاصر رہا ہوں تو یہ میری علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی ہے۔“

یقیناً مصنف نامدار متعلقہ موضوع کی وضاحت میں کامیاب رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے۔ انھوں نے ایک نہایت ضروری موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اتنا مواد فراہم کر دیا۔ قابل احترام خواتین سمیت سب کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مندرجات کو ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے۔ نہیں معلوم موت کا فرشتہ کس وقت دستک دے اور زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ اگر نیک اعمال کا اثاثہ ساتھ نہ ہوا تو حسرت و انفسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

سوہدرہ تاریخ کے آئینے میں

مولفین: عبدالعزیز فاروق، حکیم راحت نسیم سوہدروی

ضخامت: ۴۴۰ صفحات

قیمت: ۴۰۰ روپے

ملنے کا پتا: حارث نسیم، البدر کمپلیکس سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

تبصرہ نگار: محمد سلیم چینیوٹی

اقوامِ ملل کی تاریخ سے وابستگی زندہ قوموں کا شیوہ ہے۔ تاریخ ایک ایسی شے ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ماضی، حال اور مستقبل کے منصوبے، گزشتہ جو گزر گیا، موجودہ جو ہو رہا ہے اور آئندہ جو ہونے والا ہے۔ اس کی قدر و منزلت بارے ہر ذی فہم کو شعور و آگاہی ہونی چاہیے۔

زیر تبصرہ کتاب میں تاریخی و تحقیقی مواد سمو دیا گیا ہے۔ سوہدرہ ضلع

ڈاکٹر انجم رحمانی سے مرتب کروایا گیا ہے۔ ڈاکٹر انجم رحمانی لاہور عجاوب گھر کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ اس کی وقیع لائبریری کے انچارج وگمران بھی رہے اور کتابوں کی نمائش وغیرہ بھی کئی مرتبہ کروا چکے ہیں۔ انھوں نے بڑا معلوماتی اور جان دار مضمون اس کتاب کے لیے تحریر فرمایا ہے یہ مضمون بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ اسی طرح تحریک آزادی ۱۸۵۷ء اور آزادی پاکستان کے لیے اہل سوہدرہ کے کردار پر مشتمل مضمون عبدالعزیز فاروق نے ترتیب دیا ہے۔

اسی طرح فارسی و عربی و اہل قلم کے حوالے سے سبط الحسن ضیغم نے بہترین تحریر پیش کی ہے۔ عبداللہ نعمتی پر حکیم راحت نسیم سوہدروی صاحب نے، ابوالفتح محمد شاہ دین سوہدروی پر ڈاکٹر انجم رحمانی نے اور محمد افضل یگانہ سوہدروی پر نصرت علی تاثیر نے مضامین لکھے ہیں۔ اسی طرح سوہدرہ کے بطن سے بڑے بڑے ادیبوں، خطیبوں، شاعروں، طبیبوں، مقررین، سیاست دانوں اور تاریخ نویسوں نے جنم لیا۔ اس کا دلشیں تذکرہ شامل کتاب کیا گیا ہے۔

سوہدرہ کے رجال عظیم میں بڑے بڑے نام شامل ہیں۔ ان میں علماء بھی ہیں، شعراء بھی ہیں اور علم و ادب کے گوارے بھی شامل ہیں۔ مولانا غلام نبی ربانی، ہدایت اللہ افغانی، سید ضیاء الدین احمد، حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی، حکیم عبدالحمید وزیر آبادی، حکیم راحت نسیم سوہدروی، ملک عبدالرشید عراقی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا عبداللہ سوہدروی، مولانا حکیم عبدالحمید سوہدروی، حکیم ادریس فاروقی وغیرہم ماضی و حال کی شخصیات ہیں۔ صحافت کے میدان کے شاہسوار، میدان جہاد کے غازی و شہداء، سوہدرہ کی مساجد اور دینی مدرسے، سوہدرہ کی اہل علم شخصیات کا تذکرہ، اس کے علاوہ سوہدرہ کی برادریاں، ذاتیں اور گوتیں بھی اس کتاب میں تاریخ کے صفحات کھنگال کر زینت قرطاس کردی گئی ہیں۔

کتاب بڑی معلوماتی، دلچسپ اور تاریخی نوعیت کی ہے۔ اسے ہر صاحب ذوق کے لیے پڑھنا اور لائبریریوں کی زینت بنانا چاہیے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ اور مجلد ہے۔

گوجرانوالہ کا ایک معروف قصبہ ہے۔ یہ مردم خیز خطہ ایک شاندار ماضی رکھتا ہے۔ اس کی زیر زمینی نے گونا گوں خوبیوں سے مزین شخصیات (تحریکی و تصنیفی، صحافتی و ثقافتی، دینی و علمی، سیاسی و سماجی) کو جنم دیا۔ ان کا شاندار تذکرہ اور تاریخ اس کتاب میں پڑھنے کو ملتا ہے۔ سوہدرہ کی مٹی میں علم و فن اور عظمت کے جوہرینے دفن ہیں ان کی تاریخ اور خوشبو سے آج کے لوگوں کو آگاہ کرنا بڑا کٹھن اور طویل جدوجہد کا متقاضی کام تھا جو بالآخر مؤلفین کتاب ہذا عبدالعزیز فاروق اور جناب حکیم راحت نسیم سوہدروی صاحبان کے جذبے و شوق اور محنت سے منصف شہود پر جلوہ گر ہو گیا۔ انھوں نے سوہدرہ کی تاریخی نوعیت اور اس کی عظمتوں کو کتابی شکل دے دی ہے۔ مولانا عبدالمتین ندوی تاریخ کی اہمیت بارے یوں بیان فرماتے ہیں:

”جو لوگ تاریخ کو محض قصہ گوئی اور افسانوی حیثیت دیتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ تاریخ نے جن قوموں اور بہادر ہستیوں کی داستانیں دنیا کے روبرو پیش کی ہیں وہ فرضی اور غلط قصے نہیں ہیں اور نہ صرف بے کار تفریح کا مشغلہ ہیں۔ ان ہی داستانوں کو دنیا کی بیشتر قسمت آزما قوموں نے پیش نظر رکھ کر صرف اپنی زندگیوں کو شاندار ہی نہیں بنایا بلکہ ترقی اور شائستگی کی صحیح داغ بیل قائم کردی ہے اور موجودہ اقوام کی تقدیر و کامیابی کی کھیتیاں انھی کے خون سے سیراب ہو کر بار آور ہو رہی ہیں۔“ (ص: ۸)

زیر تبصرہ کتاب پندرہ حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سوہدرہ کی تاریخ، وجہ تسمیہ، دور سکندر اعظم اور عہد مغلیہ، غزنوی عہد، خلجی و غوری، تغلق اور امیر تیمور کی آمد سوہدرہ کے واقعات، سکھ دور، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء اور ۱۹۵۳ء اور مرزا قادیانی کے دعاوی کے رد میں اہل سوہدرہ کی خدمات، سوہدرہ کی سیاسی و تاریخی خدمات، جنگ ۱۹۶۵ء میں کردار وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ جناب عبدالعزیز فاروق نے اسے ترتیب دیا ہے۔

دوسرا حصہ ثقافتی ورثہ اور ضا دید و آثار سوہدرہ پر مشتمل ہے جسے

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

دار الدعوة السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۰۔ شیخ محمد اشرف، کشمیری بازار، لاہور۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۰۔ شیخ محمد اشرف، کشمیری بازار، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۹۔ جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام، لاہور۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۹۔ جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۷۔ الدار السلفیہ، محمد علی بلڈنگ، بمبئی۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۷۔ الدار السلفیہ، محمد علی بلڈنگ، بمبئی۔
۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۸۔ حافظ عبدالستار اینڈ کو، میریٹ روڈ، کراچی۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۸۔ حافظ عبدالستار اینڈ کو، میریٹ روڈ، کراچی۔
۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۸۔ جماعت مجاہدین، گلشن اقبال، کراچی پاکستان۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۸۔ جماعت مجاہدین، گلشن اقبال، کراچی پاکستان۔
۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید	۲۹۷ء ۴۱۱	شاہ اسماعیل شہید
ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۰۔ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔	ت (۴۲)	تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۰۔ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱	علامہ احمد بن حجر الیوطی سلفی	۲۹۷ء ۴۱۱	علامہ احمد بن حجر الیوطی سلفی
ب ۷۶۵	ت التوحید، ص: ۱۲۲۔ ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔	ب ۷۶۵	ت التوحید، ص: ۱۲۲۔ ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔
۲۹۷ء ۴۱۱	بشیر احمد لودھی	۲۹۷ء ۴۱۱	بشیر احمد لودھی
ب ۵۷	اللہ اور ہم، ص: ۸۰۔ جامعہ اہل حدیث، فتح گڑھ، سیالکوٹ۔	ب ۵۷	اللہ اور ہم، ص: ۸۰۔ جامعہ اہل حدیث، فتح گڑھ، سیالکوٹ۔

- ۹۔ خطاب بہ مودودی۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۳۲۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۱۰۔ حیات مسیح علیہ السلام ردّ مرزا، مولانا ابوالحزین عبدالعزیز (مناظر ملتان)، ص: ۳۲۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
- ۱۱۔ کیل المونی (لمن یتال علیہ) معنی التوفی۔ عنایت اثری وزیر آبادی، ص: ۷۸۔ ناظم انجمن اہل حدیث جامع مسجد اہل حدیث، گجرات (پنجاب)۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ج ۵۷ ک ابو القاسم رانا محمد جمیل خان کلمہ اسلام کی مختصر تفسیر، ص: ۲۴۳۔ مرکز النداء الاسلامی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ خ ۱۹ ق ابو خالد قرآن، درس توحید، ص: ۷۶۔ ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث، جام پور۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ خ ۵۱ ن نصیحة المسلمین، ص: ۹۵۔ المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ذ ۲۹۲ ک امام حافظ شمس الدین دھمی مختصر کتاب الکبائر، ص: ۵۶۔ مکتبہ محمدیہ، پیچہ وطنی، ساہیوال۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ر ۲۸ ت ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی توحید خالص، ص: ۶۲۳۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ر ۶۷ ت مولانا محمد علی رضا قادری برکاتی تقویۃ الایمان میں تحریف کیوں؟ ص: ۹۵۔ الدار السلفیہ، بمبئی۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ابو الحسن عبدالمنان راسخ

- ۲۹۷ء ۴۱۱ عبدالعزیز بن باز غیر اللہ سے فریاد اور اسلام، ص: ۵۶۔ مرکز الداراسات الاسلامیہ، میاں چنوں، ملتان۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ش ۸۵۴ ک شیخ الاسلام محمد بن سلیمان التمیمی کتاب التوحید (مترجم)، ص: ۲۲۶۔ جامع ابی بکر الاسلامیہ، کراچی۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ت ۵۴ ک امام محمد بن سلیمان التمیمی کتاب التوحید (مترجم)، ص: ۲۳۱۔ کلیۃ البنات للدراسات الاسلامیہ، ڈیرہ غازی خان۔
- ۲۹۷ء ۴۱۱ ث ۲ ش مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مجموعہ اکتب) رسالہ شمع توحید، ص: ۶۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۲۔ نور توحید۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص: ۵۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۳۔ مسئلہ حجاز پر نظر۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۲۸۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۴۔ اہل حدیث کا مذہب۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۸۴۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۵۔ الہامات مرزا۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۹۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
- ۶۔ مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں۔ مولوی حبیب اللہ کلرک، ص: ۱۶۔ بابو حبیب اللہ کلرک، دفتر نہر کٹرہ، مہاں سنگھ، امرتسر۔
- ۷۔ حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ۔ مولوی حبیب اللہ کلرک، ص: ۲۴۔ ناشر: بابو حبیب اللہ کلرک، دفتر نہر کٹرہ، مہاں سنگھ، امرتسر۔
- ۸۔ تقلید شخصی اور سلفی۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۵۲۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔

- ۲۹۷ء ۴۱۱ مولانا محمد صادق سیالکوٹی
ص ۴۱ ق قرآنی شمعیں، ص: ۳۷۶۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ ابو عبد اللہ محمد طاہر قریشی
ظ ۱۱۱ الإرشاد الہی توحید رب العباد، ص: ۵۰۔ تنظیم اصلاح
انسانیت، مکتبہ دعوت والارشاد، پشاور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ ابو عبد اللہ محمد عبد الرحیم مسلم دوست
ص ۳۵ ض ضیاء التوحید، ص: ۱۷۶۔ ادارہ احیاء الدعوة الاسلامیہ،
افغانستان۔
۲۹۷ء ۴۱۱ مولانا عبد الرحمن عزیز الہ آبادی
ص ۷۱ ح حقیقۃ الوسیلہ، ص: ۶۲۔ ادارہ امر بالمعروف ضلع قصور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ حافظ عبد اللہ محدث روپڑی
ص ۵۸ ت توحید الرحمن بجواب استمداد از عباد الرحمن، ص: ۱۴۷۔
محدث روپڑی اکیڈمی۔



سیرت النبی ﷺ کانفرنس برائے خواتین

مدرسہ نبات الاسلام، امانت کالونی رحیم یار خان کی سالانہ سیرت
النبی ﷺ کانفرنس برائے خواتین ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء، بمقام وائنا میرج
ہال انرپورٹ روڈ رحیم یار خان بروز اتوار منعقد ہوگی۔ خواتین
مبلغات کا خطاب ہوگا۔ نیز بچیوں کے داخلے شروع ہیں۔ اس مدرسہ
میں ان کے لیے ہاسٹل، کھانا اور علاج معالجے کی سہولیات مفت دی
جاتی ہیں۔ میٹرک، ایف۔ اے اور بی اے کی طالبات کو عربی
واسلامیات کے کورس مفت کرواتے جاتے ہیں۔ (ناظمہ مدرسہ ہذا)

سفر عمرہ پروانگی

گزشتہ دنوں مولانا ابوالاحشام امیر حمزہ طور ناظم ادارہ نصر الائمہ
کھیلیا بانی پاس گوجرانوالہ اور مولانا قاضی محمد رمضان صدیقی صاحب
خطیب مسجد اہل حدیث محلہ گڑھا منڈی بہاؤ الدین سعادت عمرہ کے
لیے سعودی عرب روانہ ہو گئے۔ دعا ہے اللہ کریم ان کا یہ سفر سعادت
قبول فرمائے۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

- ۲۵۴ ک کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں؟ ص: ۲۵۴۔ مکتبہ
قدوسیہ، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ عبد العزیز رحمانی کرنولی
۵۱۴ ت التوحید، ص: ۳۲۔ دارالحدیث عزیزیہ، کرنول۔
۲۔ النصری علی بیان البشری۔ عبد العزیز رحمانی کرنول،
ص: ۲۔ دارالحدیث عزیزیہ، کرنول۔
۲۹۷ء ۴۱۱ علامہ سلیمان بن سلمان نجدی
س ۸۹ ہ الہدیۃ السنیہ، ص: ۱۲۰۔
۲۹۷ء ۴۱۱ مولانا ممتاز احمد مالک
س ۱۸ ع عقائد باطنیہ کی تردید، ص: ۱۰۱۔ محمود الحسن سلفی، غفار
منزل، ایکسٹینشن جامع نگر، نئی دہلی نمبر ۲۵۔
۲۹۷ء ۴۱۱ حافظ سراج
س ۴۱ د درس توحید، ص: ۵۶۱۔ انجمن خدام الاسلام، کراچی۔
۲۹۷ء ۴۱۱ پردیس عبد اللہ شاہین
ش ۲۸۹ ت توحید رسالت اور ولایت، ص: ۲۳۹۔ نعمانی کتب خانہ،
لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ ڈاکٹر شفیق الرحمن زیدی
ش ۶۱ اہل توحید کے لیے لمحہ فکریہ، ص: ۳۵۔ مکتبہ توحید،
خانیوال۔
۲۹۷ء ۴۱۱ سید شفیق الرحمان
ش ۶۱ ت تجدید ایمان، ص: ۶۱۔ مکتبہ التوحید، لاہور۔
۲۹۷ء ۴۱۱ شیخ محمد شیعہ کی
ش ۵۸ خ خالص توحید، ص: ۷۰۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
۲۹۷ء ۴۱۱ محمد بن اسماعیل صنعانی
ص ۹۱۲ آ آئینہ توحید، ص: ۴۸۔ مرکز الدعوة الاسلامیہ، اوکاڑا،
پاکستان۔
۲۹۷ء ۴۱۱ محمد صادق سیالکوٹی
ص ۴۱ ش شان رب العالمین، ص: ۹۶۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

جرم

اس چن میں رنگ و بو سے آشنائی جرم ہے
ہمنوائی عیب ہے ، نغمہ سرائی جرم ہے
میکدے پر ہے بتانِ سیم و زر کو اختیار
بزمِ ساقی تک غریبوں کی رسائی جرم ہے
کارواں گم کردہ منزل، راستے پُر پیچ و خم
رہروانِ خستہ پا کی رہنمائی جرم ہے
میکدے کی چار دیواری سے تا حدِ حرم
صوفی و ملا کا زعمِ پارسائی جرم ہے
اُس طرف فرماں روا ہیں کاسہ لیسانِ فرنگ
اس طرف دار و رسن سے آشنائی جرم ہے
انقلاباتِ زمانہ کے مظالم دیکھئے!
آج کل اس ملک میں شعلہ نوائی جرم ہے
یہ ہے میرے بست سالہ تجربے کا ماحصل!
مفلسی ہر حال میں اک انتہائی جرم ہے

(شورش کاشمیری)